آنکھیں اب رشک طور رہتی ہیں یعنی محو حضور رہتی ہیں
نور سنت ہے جن کی قسمت میں بدعتیں ان سے دور رہتی ہیں

پاسبان مسلک اہل السنّۃ والجماعۃ

دوماہی

مجلہ نور سنّت کراچی

جلد ۲ | کتابی سلسلہ | شمارہ ۹

انصاف اگر پوچھو

ہمارا امام اور تمہارا امام

پیٹ کا پجاری کون؟

کیا نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال آنا برا ہے؟

مدیر
علامہ محمد معاویہ قادری

انجمن دعوت اہل السنّۃ والجماعۃ

دوماہی

مجلّہ نورِ سنّت

پاسبان مسلکِ اہلسنت والجماعت

شمارہ نمبر 9

بیاد

فاتح بریلویت حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

بدعا

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

بطرز

قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ

قیمت فی شمارہ عمومی: -/25

سالانہ زرتعاون -/200

نورِ سنت انٹرنیٹ پر پڑھیے:

www.nooresunnat.tk

اہل السنۃ کا نمائندہ چینل یوٹیوب پر دیکھیے:

Youtube/rahesunnat

نوٹ: سالانہ ممبرشپ لینے والے جن حضرات کی مدت ختم ہوچکی ہے وہ جلد از جلد رابطہ فرمائیں، بصورت دیگر ادارہ رسالہ بھیجنے سے معذرت خواہ ہوگا۔

رسالہ مستقل لگوانے کے لیے رابطہ کریں

0312-5860955, 0313-2002750

تاریخ اشاعت: اپریل 2013ء

ناشر انجمن دعوۃ اہل السنۃ والجماعۃ

ادارے کا ہر مضمون نگار کی رائے سے بالکلیہ اتفاق ضروری نہیں

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ قول قلندر

الحمدللہ نور سنت ترقیوں کے بام عروج کو چھور ہا ہے۔اور ''مناظرۂ جھنگ نمبر'' نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ایک مرتبہ ہم نے ایک ہزار کی تعداد میں چھپوائے جو کہ ایڈوانس رقم جمع کرانے والوں کو بھیج دیئے گئے دوبارہ پھر ایک ہزار چھاپنے پڑے اور یوں صرف دس دن کے قلیل مدت میں دو ہزار رسالے نکل گئے۔

پورے پاکستان کے اہل سنت علماء اور عوام کی طرف تحسین اور عقیدت کے خطوط ملے۔

ان شاء اللہ اب نور سنت کا اگلا قدم ''کنز الایمان نمبر'' ہوگا جس میں انگریز کے اشارے پر لکھے جانے والے تحریفی ترجمہ کی خبر لی جائے گی۔اور کئی ایسے حقائق بھی منظر عام پر لائے جائیں گے جو اس سے پہلے آپ کی سماعت سے بھی نہیں ٹکرائے ہوں گے۔ اس سلسلہ میں کئی ایک مضامین تو آچکے ہیں اور کچھ آرہے ہیں۔

اس کے لیے بھی ہم عنقریب اعلان کردیں گے کہ کون سا شمارہ ''کنز الایمان نمبر'' ہوگا۔

اگر آپ بھی اس حوالے سے کچھ لکھنا چاہیں تو نور سنت کے صفحات حاضر ہیں۔لیکن شرط یہ ہے کہ باحوالہ ''مدلل ہو اور کسی سابق تحقیق سے اخذ کردہ نہ ہو۔

واضح اور صاف لکھا ہوا ہو تحریری اصولوں کی پاسداری اور مناسب تنقید کے ساتھ ہو۔

ادارہ آپ کے تعاون کا شکر گزار رہے گا۔ادارہ

انصاف اگر پوچھو......

شاعر نور سنت: نصر اللہ نصر تونسوی

رب نے حضور ﷺ کو دیئے کوثر سے خزانے
انعامِ دو جہاں ہے یہ محصور نہیں ہے

اولیٰ ہے انا الحق سے ، تقویۃ الایمان
شاہؒ کی صدا، غلبۂ منصورؒ نہیں ہے

قاسمؒ علم ومعرفت کا دریائے نیل ہے
عاجز ہے رب کے سامنے مغرور نہیں ہے

پھیلا ہے نور رشد وہدایت رشیدؒ سے
کون ہے جو اس کی ذات سے مسحور نہیں ہے

سنت کا جام خالص پلا حکیم الامتؒ
محنت سے تیری ، بدعات پہ جمہور نہیں ہے

دربار مصطفیٰ میں وہ اتنا خلیلؒ ہے
ابتک دیار مصطفیٰ ﷺ سے دور نہیں ہے

تم سامری پہ جتنی شدت کرو نصر
انصاف اگر پوچھو تو بھرپور نہیں

ہمارا امام اور تمہارا امام

امام فقہ حنفیہ اور امام فرقہ رضاخانیہ کا تقابلی جائزہ

بشکریہ فیضان مدینہ

ہم ذیل میں اپنے امام۔امام ابوحنیفہؒ۔اور رضاخانیوں کے امام ''آل قارون احمد رضاخان افغانی المختار امن میاں'' کا تقابل اور موازنہ پیش کررہے ہیں۔اگرچہ امام ابوحنیفہؒ کے مقابلے میں آل قارون رضاخان کی قطعاً کوئی حیثیت ہی نہیں۔

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

اور امام ابوحنیفہ اور احمد رضا قارونی کا تقابل کرنا قریب قریب ایسا ہی ہے جیسے ''سنت'' اور ''بدعت'' کا تقابل کرنا۔تاہم چونکہ عیار رضاخانی اپنے امام کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور ان کی فرضی وجعلی تعریف وتوصیف سے سادہ لوح مسلمان دھوکہ کھا جاتے ہیں اس لئے ہم امام صاحب اور رضاخان کے بعض واقعات کو بصورتِ تقابل ہی پیش کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔تاکہ ہمارے سادہ مسلمان بھائی آسانی سے امام ابوحنیفہؒ کا مقام اور رضاخان (جو قارون کی نسل سے ہیں اور یہ بات بریلوی بڑے فخر سے نقل کرتے ہیں) کی حقیقت کو سمجھ سکیں۔ادارہ

(۱) ہمارے امامؒ کا حُلیہ

''امام صاحبؒ کو خُدا نے حُسنِ سیرت کے ساتھ جمال صورت بھی دیا تھا۔میانہ قد،خوش رو اور موزوں اندام تھے۔گفتگو نہایت شریں اور آواز بلند اور صاف تھی''۔(سیرۃ النعمان۔ص:۹۰)

''امام صاحبؒ نہایت خوب صورت اور نہایت خوش لباس تھے۔آپ کی ریش مبارک نہایت خوبصورت تھی''۔ (امام اعظم ابوحنیفہ۔ص:۳۷۲)

تمہارے امام کا حُلیہ

کہتے ہیں کہ احمد رضاخان صاحب کا رنگ بہت سیاہ تھا اور خان صاحب کے مخالفین خان صاحب کو اس کی سیاہ روئی پر عار دلایا کرتے تھے اور اس کا اقرار خود خان صاحب کے بھتیجے

نے بھی کیا ہے کیونکہ اس نے لکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔کہ وہ اپنے ابتدائی دور میں سانولے تھے اور جدوجہد نے ان کا رنگ اور بھی متغیر کرڈالا، اور چہرہ کی (رہی سہی) تروتازگی (بھی) ختم کردی۔۔۔۔۔۔ان کی دائیں آنکھ بھی خراب تھی اور نزول ماء کے باعث نظر میں خرابی آگئی تھی اور طویل مدت تک انہوں نے اس کا علاج (بھی) کیا لیکن آنکھ آخرِ حیات تک درست نہ ہوسکی۔ یہاں تک کہ ایک بار ان کے سامنے کھانا یعنی سالن اور روٹیاں رکھ دی گئیں تو انہوں نے سالن کھالیا اور شوربا پی لیا اور روٹیاں دیکھ نہ سکے۔ جب ان کی بیوی نے ان سے پوچھا تو کہا کہ میں نے روٹیاں دیکھی ہی نہیں۔ حالانکہ وہ ان کے سامنے سالن کے پہلو میں رکھی ہوتی تھیں۔

(۲) ہمارے امامؒ کی نماز

ذکر و عبادت میں ان کو مزہ آتا تھا اور بڑے ذوق وخلوص سے ادا کرتے تھے۔ اس باب میں ان کی شہرت ضرب المثل ہوگئی تھی۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کی پرہیزگاری اور عبادت کے واقعات تواتر کی حد تک پہنچ گئے ہیں۔ اکثر نماز میں یا قرآن پڑھتے وقت رقت طاری ہوتی تھی اور گھنٹوں رودیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نمازِ فجر میں امامؒ نے یہ آیت پڑھی۔ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلاً عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْن (اور خدا کو ظالموں کے کردار سے غافل نہ سمجھنا) امام ابوحنیفہؒ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔ ایک بار نماز میں یہ آیت پڑھی۔ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَ السَّاعَةُ اَدْهٰی وَ اَمَرّ ، (قیامت گنہگاروں کا وعدہ گاہ ہے اور قیامت سخت مصیبت کی چیز اور ناگوار چیز ہے)۔ اس آیت میں رات ختم ہوگئی۔ بار بار پڑھتے اور روتے جاتے تھے۔ (سیرۃ النعمان ص ۱۰۴۔۱۰۵)

تمہارے امام کی نماز

جناب مولوی محمد حسین صاحب میرٹھی کا بیان ہے کہ امام احمد رضا نماز میں اس قدر احتیاط اور جزئیات مسائل کا ایسا اہتمام فرماتے کہ عام تو عام اکثر علماء اس پر عمل کرنا تو درکنار اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں۔ ایک سال امام احمد رضا کی مسجد میں بیس رمضان المبارک سے میں معتکف ہوا۔ جب چھبیس رمضان المبارک کی تاریخ آئی تو امام احمد رضا نے بھی

اعتکاف فرمالیا۔ قبل اعتکاف ایک دن کا واقعہ ہے کہ عصر کے وقت حضور امام احمد رضا تشریف لائے اور نماز پڑھا کر تشریف لے گئے۔ میں مسجد کے اندر کونے میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ایک صاحب آئے اور مجھ سے کہنے لگے۔ آپ نے ابھی عصر کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ میں نے کہا کہ ابھی حضور کے پیچھے پڑھی ہے۔ تو ان صاحب نے تعجب سے کہا کہ حضور تو اب پڑھ رہے ہیں۔ میں نے بھی سُنا تو نہایت تعجب کیا اور یقین نہ ہوا اس لیے کہ نمازِ عصر کے بعد کوئی نماز داخل نہیں اور امام احمد رضا نے ہم لوگوں کے سامنے نماز پڑھی اور پڑھائی ہے۔ اور ابھی مغرب کا وقت نہیں۔ پھر اگر کوئی غلطی ہوگئی ہوتی تو سب کو اعادہ کرنے کا حکم فرماتے غرض مجھ کو بڑی حیرت ہوئی۔ انہوں نے پھر کہا دیکھ لیجئے پڑھ رہے ہیں۔ تب میں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو واقعی نماز پڑھ رہے تھے۔ منتظر کھڑا رہا جب سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا حضور! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ ابھی نماز پڑھائی ہے اور پھر پڑھ رہے ہیں۔ نوافل کا بھی اس وقت سوال نہیں۔ تو امام احمد رضا نے ارشاد فرمایا کہ قعدہ اخیر میں بعد تشہد (بعد تشہد یعنی عین درود پاک پڑھتے وقت حضرت کا نفس حرکت میں آیا اور اس زور سے کہ انگرکھے کا بند توڑ دیا۔ از ناقل)) ''حرکتِ نفس'' (عضوءِ مخصوص) سے میرے انگرکھے کا بند ٹوٹ گیا تھا۔ چونکہ نماز تشہد پر ختم ہو جاتی ہے اس وجہ سے آپ لوگوں سے نہیں کہا اور گھر جا کر بند درست کرا کر اپنی نماز احتیاطاً پھر سے پڑھ لی۔ (انوار رضا ص ۲۵۷)

(۳) ہمارا امامؒ اور تکفیرِ مسلم

امام صاحبؒ حتی الامکان مؤمن کے فعل کی تاویل کرتے تھے اور اس پر کفر کا فتویٰ لگانے سے گریز فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ ایک شخص جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے لیکن وہ میتۃ (مردار یعنی بغیر ذبح کے) کھانے کو جائز کہتا ہے۔ بلا رکوع و سجود کے نماز پڑھتا ہے۔ بن دیکھے شہادت دیتا ہے۔ ''فتنہ'' کو محبوب رکھتا ہے۔ یہود و نصاریٰ کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ امام صاحبؒ نے فرمایا وہ مؤمن ہے۔ میتۃ سے اس کی مراد مچھلی ہوگی۔ بلا رکوع و سجود و نماز سے

مراد نمازِ جنازہ ہوگی۔ بن دیکھے گواہی کا مطلب یہ ہے کہ خدا اور رسول کو دیکھے بغیر مانتا ہے اور کلمہ شہادت پڑھتا ہے۔ فتنہ سے مراد مال واولاد ہے کہ قرآن نے مال واولاد کو فتنہ بھی کہا ہے۔ یہود ونصاریٰ کے اس قول کی تصدیق کرتا ہے۔ لَيْسَتِ النَّصَارىٰ عَلىٰ شَيْءٍ و لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلىٰ شَيْءٍ۔ امام صاحب کا یہ جواب سن کر اہل محفل آپ کا منہ حیرت سے تکنے لگے۔ (موفق ج ا ص ۱۰۲)

تمہارا امام اور تکفیرِ مُسلم

مسلمانوں کو کافر کہنا آل قارون امن میاں یعنی رضا خان افغانی بڑیچ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس کا شغل تکفیر مسلم ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اُس نے خود اور اُس کے حواریوں نے بیشمار مسلمانوں پر کفر وارتداد کے ظالمانہ واحمقانہ فتوے لگائے ہیں۔

تاریخ میں رضا خان قارونی سے بڑا مکفر نہیں مل سکتا۔ اس شخص کو کوئی ایسا عارضہ تھا کہ جب تک تھوک کے حساب سے مسلمانوں کو کافر نہ کہہ دیتا اسے چین ہی نہ آتا تھا۔ اس نے اور اسکے متبعین نے قریب قریب ساری دنیا کو غیر مسلم قرار دیا ہے۔ مثلاً مولانا گنگوہیؒ، مولانا نانوتویؒ، مولانا تھانویؒ، ان اکابر سے عقیدت رکھنے والے تمام مسلمان، بانیٔ پاکستان محمد علی جناح اور ان کے تمام ساتھی، علامہ اقبال، حالی۔ آئمہ حرمین، اور دوسرے لاتعداد مشاہیر مسلمان ان کے فتوؤں کی رو سے کافر ومرتد ہیں اور ان کو مسلمان ماننے والے یا ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر ہیں۔ خان صاحب کے متبعین نے مسلم لیگ اور بعض دیگر مسلم جماعتوں کو بھی کافر قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک اہل عرب خصوصاً امام کعبہ اور امام مسجد نبوی بھی کافر ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز ادا کرنے والے بھی کافر ہیں گویا ان ظالموں کے نزدیک حج سے واپس لوٹنے والے گناہوں سے پاک ہو کر نہیں بلکہ ایمان سے محروم ہو کر لوٹتے ہیں۔ قَاتَلَهُمُ اللهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔

(۴) ہمارا امامؒ اور نوافل

"زائدہ کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک ضروری مسئلہ دریافت کرنا تھا۔ میں امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ نمازِ عشاء میں شریک ہوا اور منتظر رہا کہ نوافل سے فارغ

ہوں تو دریافت کروں۔ وہ قرآن پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے۔ وَقِنَا عَذَابَ السَّمُومِ (اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا) بار بار اس آیت کو پڑھتے تھے یہاں تک کہ صبح ہوگئی''۔ (سیرۃ النعمان۔ص:۱۰۵)

''سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ ایام حج میں مکہ معظمہ میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ نماز پڑھنے والا نہیں آیا۔ حضرت محارب بن وثار کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ اچھا شب بیدار نہیں دیکھا۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام صاحب پوری رات نماز اور دعاء میں گزارتے تھے''۔

(امام اعظم ابوحنیفہ۔ص:۳۷۹،۳۸۰)

تمہارا امام اور نوافل

خان صاحب نوافل بالکل نہیں پڑھتے تھے، وہ اس سعادت سے یکسر محروم تھے۔ خود فرماتے ہیں:

''پہلی بار کی حاضری میں منیٰ شریف کی مسجد میں مغرب کے وقت حاضر تھا۔ اس وقت میں وظیفہ بہت پڑھا کرتا تھا۔ اب تو بہت کم کردیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں اپنی حالت وہ پاتا ہوں جس میں فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ سنتیں بھی ایسے شخص کو معاف ہیں لیکن الحمدللہ سنتیں کبھی نہ چھوڑیں۔ نفل البتہ اسی روز سے چھوڑ دیئے ہیں''۔ (الملفوظ۔ حصہ چہارم۔ص:۴۵)

واضح رہے کہ بڑے حضرت آل قارون صاحب پہلی بار ۱۸۸۷ء میں سعودی عرب گئے تھے اور ان کی وفات ۱۹۲۱ء میں ہوئی۔ یعنی تقریباً ۴۳ یا ۴۴ سال کے طویل عرصہ میں رضاخانیوں کے امام کو ایک روز بھی نفل ادا کرنے کی توفیق میسر نہ آسکی اور وظیفہ بھی بہت کم کردیا۔ کیونکہ انہیں مسلمانوں کو کافر بنانے کے حیلے بہانے تراشنے سے ہی فرصت نہ ملتی تھی۔ جی ہاں جب انسان ناپسندیدہ کاموں میں لگا رہتا ہے تو بالآخر توفیق خیر سلب ہوجاتی ہے۔

کیا کوئی رضاخانی یہ بتاسکتا ہے کہ وہ کون سی حالت ہوتی ہے کہ سنتیں معاف ہوجائیں اور کیا ایسی بھی کوئی حالت ہوتی ہے کہ فرض ہی معاف ہوجائیں۔ کیا بہت سے

نام نہاد پیر نماز اس لیے نہیں پڑھتے کہ وہ اپنی وہ حالت پاتے ہیں کہ سنتیں ہی نہیں فرض بھی معاف ہو جاتے ہیں۔

(۵) ہمارے امامؒ کی وصیت

اپنے شاگرد قاضی ابو یوسفؒ کو وصیت فرمائی:

☆ اللہ سے ڈرنے کو اور امانت ادا کرنے کو اور تمام عوام و خواص کی خیر خواہی کو لازم پکڑ لو۔

☆ حق بات بیان کرتے وقت کسی کی جاہ و حشمت کی پروانہ کرنا اگرچہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو۔

☆ موت کو یاد رکھو۔ اپنے استادوں کے لیے اور ان سب کے لیے مغفرت کی دعا کرو جن سے تم نے دین حاصل کیا ہے۔

آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حمادؒ سے فرمایا کہ میں تجھے چند وصیتیں کرتا ہوں اگر تم نے ان کو یاد رکھا اور ان پر عمل کرتے رہے تو مجھے اُمید ہے کہ انشاء اللہ دنیا و آخرت میں سعادتمند رہو گے۔ فرمایا۔!

☆ تقویٰ اختیار کرو، اپنے اعضاء و جوارح کو گناہوں سے محفوظ رکھو اور اللہ کے احکام پر پوری طرح قائم رہو۔

☆ فضول باتوں اور فضول کاموں میں پڑنے سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھو۔

☆ اللہ کے ذکر کی کثرت کرو اور رسول اکرم ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو۔

☆ اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کو مضبوطی سے پکڑو اور جہالت والوں اور گمراہوں سے پرہیز کرو۔ (وصایا امام اعظم)

نیز آپ نے یہ بھی وصیت فرمائی تھی کہ انہیں (یعنی امام صاحب کو) خیزران میں دفن کیا جائے (کیونکہ یہ جگہ آپ کے خیال میں مغصوبہ نہ تھی)۔ (سیرۃ النعمان)

تمہارے امام کی وصیت

☆ ہفتہ میں دو تین باران اشیاء میں سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔ دودھ کا برف خانہ ساز اگر بھینس کے دودھ کا ہو، مُرغ کی بریانی، مرغ کا پلاؤ، بکری کا شامی کباب، پراٹھے اور بالائی، فیرنی، اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم، گوشت بھری کچوریاں، سیب کا پانی، انار

کا پانی اور سوڈے کی بوتل۔(وصایا شریف احمد رضا خان)

☆　اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مظبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔(وصایا شریف)

(۶) ہمارا امامؒ اور حدیث رسول ﷺ

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس (متعدد کتب حدیث شریف)

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ علم اگر ثریا میں بھی ہوتو فارس والے اسے حاصل کرکے رہیں گے۔

امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل تھے اس لیے علماءِ احناف اور بہت سے دوسرے مسالک کے علماء کے نزدیک اس حدیث شریف کے مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں اور اس حدیث میں آپ ہی کی بشارت اور آپ ہی کی فضیلتِ علمی کو بیان فرمایا گیا ہے۔

تمہارا امام اور حدیثِ رسول ﷺ

عن عبد الله بن الزبير قال قال رسول الله ﷺ لا تَقُوْمُ السّاعَة حتى يخرُجَ ثَلٰثُون كذّاباً دَجّالاً مِنهُمْ المُسيلَمَة والعنسی والمختار "۔

(ترجمان السنۃ۔جلد چہارم۔ص:۴۹۶ بحوالہ ابویعلیٰ فتح الباری)

حضرت عبداللہ ابن زبیر سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت نہیں قائم ہوگی یہاں تک کہ تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں جن میں سے "المسیلمہ" "العنسی" "والمختار" ہیں۔

اس حدیث شریف میں ایک دجال کا نام "المختار" بتایا گیا ہے ادھر خان صاحب کا بھی تاریخی نام "المختار" ہے اس لئے ہم تحقیق کر رہے ہیں کہ حدیث پاک کا مصداق کون ہے۔ہم بے تحقیق کسی کو حدیثِ پاک کا مصداق نہیں ٹھہرا سکتے۔یہ کام رضا خانیوں کا ہے کہ بڑی بے باکی سے احادیث و آیات کا من پسند مطلب بیان فرما دیتے ہیں۔ہم بفضلہٖ تعالیٰ یہ جسارت نہیں کرسکتے۔تحقیق کے بعد اگر ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ اس سے مراد خان صاحب ہی ہیں تو ہم اپنے سادہ لوح مسلمان بھائیوں کی خیر خواہی کی خاطر انہیں ضرور آگاہ کر دیں گے۔اس سلسلے میں ہم

رضا خانیوں سے بھی یہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بتادیں کہ ان کے نزدیک اس حدیث میں المختار سے کون مراد ہے اور کیوں؟ تا کہ ان کے دلائل و بیان کی روشنی میں ہمیں تحقیق کرنے اور صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں آسانی رہے۔

ہم مسلک بھائیوں سے!

آپ یقیناً یہی چاہیں گے کہ آپ خود اور آپ کی اولاد اور متعلقین شرک و بدعت کی غلاظت و آلائش سے محفوظ رہیں۔ اس کے لیے آپ کو اپنے بس کی حد تک شرک بدعت کے امڈتے ہوئے طوفان کو روکنے کی کشش کرنا ہوگی۔ اگر آپ نے آج غلط اور من گھڑت عقائد و نظریات کا استیصال نہ کیا اور مسلمانوں کو جادہ حق سے ہٹا کر انہیں بدعات و رسومات کی راہ پر ڈالنے والوں کو مردانہ وار مقابلہ نہ کیا تو خطرہ ہے کہ آپ یا آپ کی اولاد اور متعلقین اس طوفان کی لپیٹ میں آجائیں، اور آپ یا آپ کے بچے ان بدنصیبوں جیسے عقائد و اعمال اختیار کر لیں جن کی بدنصیبی و بے راہ روی پر آپ اور ہر مسلمان دل ہی دل میں زبردست ٹیس محسوس کرتا ہے۔

آج جو لوگ آپ کو بدعات و محدثات کی دلدل میں پھنسے نظر آتے ہیں ان میں اکثر وہ ہیں جن کے آباؤ اجداد صحیح العقیدہ مسلمان تھے، مذہبی بازیگروں اور دین کے ڈاکوؤں نے ان کی سادگی اور بے علمی سے فائدہ اٹھا کر انہیں اپنے باپ دادا کے صحیح طریقہ سے ہٹا کر غلط راستہ پر ڈال دیا۔ آپ کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ ہم نے شرک و بدعت کے خلاف ایک خاص انداز سے تحریری جہاد کا آغاز کر دیا ہے۔

ہمارا کام ہے: اپنے صحیح مسلک کی اشاعت کرنا، اپنے جلیل الشان اکابر کے حالاتِ زندگی سے لوگوں کو روشناس کرانا، سادہ لوح مسلمانوں کو دین کے ڈاکوؤں کے چنگل سے نجات دلانا، دین کے نام پر فساد برپا کرنے والوں کے مکروہ چہروں کو بے نقاب کرنا۔

ہم آپ سے اس کارِ خیر میں تعاون کے متمنی ہیں۔ اپنے مسلک کے خادم ''نورِ سنت'' سے تعاون کیجیے اور اس کی مطبوعات گھر گھر پہنچا کر ثواب حاصل کیجیے۔

پیٹ کا پجاری کون؟

علامہ سفیان معاویہ جھنگوی

حصہ اول

(یہ مضمون جہانیاں کے ایک رضاخانی کے مضمون "ہیں عجب منکر کھانے غرانے والے" کے جواب میں ہے جس میں احمد رضا خان کی بدنام زمانہ وصایا کے دفاع کی ناکام کوشش کرتے ہوئے علمائے اہلسنت پر بھی بے بنیاد الزام تراشی کی گئی تھی یہ مدلل مضمون اسی مضمون کے جواب میں ہے۔ پہلا حصہ وصایا شریف کے دفاع کے جواب میں اور دوسرا حصہ علماء اہلسنت پر اعتراضات کے جواب میں ہے) ادارہ

کلو واشربو ولا تسرفوا .

کھاؤ اور پیو مگر اسراف نہ کرو۔

ناظرین کرام! سعیدی صاحب کا مضمون پڑھا تو پتہ چلا کہ انہوں نے اپنے احمد رضا خان کی نمک حلالی کرتے ہوئے ان کی وصیت شریف کا ناکام دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ آیئے ہم آپ کو احمد رضا خان کی وہ لاجواب وصیت اور اپنی گزارشات پڑھاتے ہیں:

احمد رضا خان کی وصیت اور ہماری گزارشات:

فاضل بریلوی مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی اپنی وفات سے پہلے وصیت تحریر کرواتے ہیں جس میں سے ایک وصیت یہ تھی کہ:

اعزا سے <u>اگر بطیب خاطر ممکن</u> ہوتو فاتحہ میں ہفتہ میں دو تین بار ان اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں:

(i) دودھ کا برف خانہ ساز اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو۔

(ii) مرغ کی بریانی

(iii) مرغ پلاؤ۔ خواہ بکری کا

(iv) شامی کباب

(v) پراٹھے اور بلائی

(vi) فیرنی

(vii) اردکی پھریری دال مع ادرک ولوازم

(viii) گوشت بھری کچوریاں

(ix) سیب کا پانی

(x) انار کا پانی

(xi) سوڈے کی بوتل

(xii) دودھ کا برف

اگر روزانہ ایک چیز ہو سکے یوں کر دیا جیسے مناسب جانو مگر بطیب خاطر میرے لکھنے پر مجبورا نہ ہو۔ (وصایا شریف۔ص:19، مطبوعہ پروگریسو بکس لاہور)

مندرجہ بالا حوالے پر ہماری گزارشات پڑھ لیں:

(i) فاضل بریلوی نے اپنی اس وصیت میں ''کچھ بھیج دیا کریں'' کہ الفاظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ چیزیں مجھے بھیجنی ہے اور ان چیزوں کی مجھے طلب ہے۔یعنی ''بلٹی'' کا منتظر رہوں گا۔

(ii) فاضل بریلوی کا ملفوظ ہے کہ:

> ''ایک بی بی نے مرنے کے بعد خواب میں اپنے لڑکے سے فرمایا: میرا کفن ایسا خراب ہے کہ مجھے اپنے ساتھیوں میں جاتے شرم آتی ہے ۔ پرسوں فلاں شخص آنے والا ہے۔اس کے کفن میں اچھے کپڑے کا کفن رکھنے دینا۔ صبح کو صاحبزادے نے اٹھ کر اس شخص کو دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ وہ بالکل تندرست ہے اور کوئی مرض نہیں ۔ تیسرے روز خبر ملی اس کا انتقال ہو گیا ہے۔لڑکے نے فوراً نہایت عمدہ کفن سلوا کر اس کے کفن میں رکھ دیا اور کہا: ''یہ میری ماں کو پہنچا دینا۔رات کو وہ صالحہ خواب میں تشریف لائیں اور بیٹے سے کہا: خدا تمہیں جزائے خیر دے تم بہت اچھا کفن بھیجا''۔

(شیخ کامل۔ص:233 ،مطبوعہ ادارہ افکار القرآن گوجرانوالہ،ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ص:154

،مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

فاضل بریلوی کے اس ملفوظ سے ان کا نظریہ سامنے آگیا کہ ان کے نزدیک مردے کو اشیاء پہنچائی جاتی ہیں لہٰذا فاضل بریلوی نے وہ اشیاء اپنے لئے ہی لکھوائی تھیں۔

(iii)　جب فاضل بریلوی نے دوبارہ وصیت میں دودھ کا برف بتایا تو لکھنے والے نے کہا:

''اسے تو حضور پہلے لکھا چکے ہیں۔ فرمایا پھر لکھو۔ انشاء اللہ مجھے رب تعالیٰ سب سے پہلے برف ہی عطا فرمائے گا اور ایسا ہی ہوا کہ ایک صاحب بوقت دفن بلا اطلاع دودھ کا برف خانہ ساز لے آئے''۔

(حاشیہ وصایا شریف۔ص:19)

دیکھئے یہاں بھی ''عطا فرمائے گا'' کی دعا قبول ہوئی اور دودھ کا برف خان صاحب کیلئے لے آئے مگر آج تک بریلوی حضرات یہ بات نہ لکھ سکے کہ اس کو فاضل بریلوی کے ساتھ کس جگہ رکھا گیا؟؟

(iv)　فاضل بریلوی کی وصیت پر صحیح طور پر غور کر کے آخر مفتی فیض احمد اویسی بریلوی شیخ القرآن والتفسیر کو بھی یہ بات ماننا ہی پڑی کہ:

''بالفرض سیدنا اعلیٰ حضرت خود ان اشیاء کو تناول فرمائیں تو پھر کیا خرابی اور کون سا شرعی جرم ہے؟''

(بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ص: 17، ،مطبوعہ مکتبہ اویسہ رضویہ بہاولپور)

ناظرین کرام !! ذرا ایک اور بات پہ توجہ کریں کہ:

مفتی فیض احمد اویسی صاحب ذات کے پٹھان احمد رضا خان کو ''سیدنا'' لکھ کر کیسے عوام کو دھوکہ دے رہا ہے۔

(v)　فاضل بریلوی کو مرتے وقت بھی ایک کھانا نہیں بلکہ بیک وقت 12 کھانے مع لوازمات کے یاد آرہے ہیں۔ ان کھانوں کی فہرست سے اعلیٰ حضرت کا ''پیٹو'' ہونا خوب معلوم ہو جاتا ہے اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ خان صاحب کو یہ چیزیں قیود کے ساتھ بہت مرغوب تھیں۔ اسی سلسلے میں بریلوی مفتی اعظم پاکستان مفتی اقتدار احمد خان گجراتی نعیمی

بدایونی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہ (وصیت) تو آیت کریمہ پر عمل ہے،

لن تنالو البر حتی تنفقو مماتحبون

تم بھلائی نہیں پا سکتے تاوقتیکہ اپنی پیاری چیز خیرات کرو۔

اعلیٰ حضرت کو اللہ کی نعمتیں (یعنی کھانے) مرغوب تھیں''

(راہ جنت۔ص:14، مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

فاضل بریلوی کا پیٹو ہونا درج ذیل واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ:

اعلیٰ حضرت اور ککڑی

مولوی احمد رضا خان صاحب ایک بار کہیں مدعو تھے، کھانا لگا دیا گیا سب کو احمد رضا خان کے کھانا شروع فرمانے کا انتظار تھا۔ احمد رضا نے ککڑیوں کے تھال میں سے ایک قاش اٹھائی اور تناول فرمائی، پھر دوسری، پھر تیسری، اب دیکھا دیکھی لوگوں نے بھی ککڑی کے تھال کی طرف ہاتھ بڑھا دیئے مگر آپ نے سب کو روک دیا اور فرمایا، ساری ککڑیاں میں کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے سب ختم کر دیں۔

(فیضان سنت۔ص:458، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

ککڑیوں کو ''کڑوی'' بتا کر سب لوگوں کے حصے کی بھی کھا جانا ایک تو احمد رضا خان کو بد ذوق ظاہر کرتا ہے۔ اور دوسرے نمبر پر صحیح قسم کے پیٹو کی نشاندھی بھی کرتا ہے جو ہر طرح کی چیز کھا جاتا ہے۔ حالانکہ کتب احادیث میں تو جلی ہوئی روٹی کھانے تک کی ممانعت ہے تو پھر کڑوی چیز کیسے کھائی جا سکتی ہے؟

یا

پھر یہ بھی ممکن ہے کہ ککڑیاں کڑوی نہ ہوں اور جان بوجھ کر احمد رضا نے ساری ککڑیاں ہضم کرنے کا پلان بنالیا ہو۔

فاضل بریلوی کی ہی نسل کا ایک سگِ رضا شیرِ رضا خانیت عنایت اللہ سانگلہ ہل مولوی بھی بہت بڑا پیٹو مشہور رہا ہے۔ جلسوں میں بلانے والے لوگوں کا بیان ہے مولوی

صاحب کھانا بہت کھاتے تھے۔کئی آدمیوں کا کھانا اکیلے خود کھا جاتے تھے یہ بات بہت مشہور ہے۔جیسا کہ ایک رضا خانی مفتی،ان کے پیٹو ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں کہ:

حضرت شیر اھلسنت کی خوش خوراکی

''ایک دفعہ نور احمد کے گاؤں سے اگلے گاؤں میں وہابیوں کے ساتھ مناظرہ تھا۔حضرت شیر اھلسنت مغرب کے وقت ہی میرے گھر تشریف لے آئے تاکہ اگلے دن مقرر وقت پر آسانی سے پہنچ سکیں۔کیونکہ آپ بے شمار خوبیوں کے ساتھ ساتھ وقت کے بھی بہت پابند تھے۔حضرت شیر اہلسنت نے مجھ سے پوچھا نور احمد کیا پکایا ہے؟ مولانا نور احمد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت آج ساگ پکایا ہے۔آپ نے فرمایا: ساگ لے آؤ۔ دیسی گھی ہے۔؟

میں نے عرض کی کہ حضرت کل ہی دو کلو لایا ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ ساگ میں دیسی گھی خود ڈالنا کیونکہ عورتیں دیسی گھی کے معاملے میں بہت کنجوس ہوتی ہیں۔حضرت شیر اھلسنت کے پاس ایک اور آدمی بیٹھا تھا۔اس نے عرض کی کہ آج ہم نے گوشت پکایا ہے۔آپ نے فرمایا: جاؤ لے آؤ اور ساتھ فرمایا: تمہارے گھر انڈے بھی ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں،انڈے بھی ہیں۔آپ نے فرمایا وہ بھی ابال کر لیتے آنا۔

مولانا نور احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں دیسی گھی خود ڈال کر ساگ لایا اور وہ گوشت اور انڈے لے کر آیا۔

حضرت شیر اہل سنۃ نے ساگ میں نیچے تک انگلی ڈال کر دیکھا کہ کہیں ساگ کے اوپر اوپر دیسی گھی تو ڈال کر نہیں لے آئے ہو۔ساگ دیسی گھی سے مکمل طور پر تر تھا۔حضرت شیر اہلسنت نے ساگ گوشت اور انڈے تناول فرمائے''۔

(حضرت شیر اہلسنت فاضل بریلی شریف۔ص:25-24، مطبوعہ ادارہ اہلسنت و جماعت لاہور پاکستان)

کیوں جی بریلوی صاحب کچھ ہوش ٹھکانے آئے یا ابھی تک نشے میں ہو؟؟

اگر نہیں تو وصیت شریف کے متعلق ایک اور نکتہ بھی پڑھ لیں

فاضل بریلوی نے جو 12 کھانے لکھوائے وہ ان کے پیٹو ہونے کو اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ ایک طرف گرم گرما اشیاء ہیں اور دوسری طرف ٹھنڈی اشیاء ہیں دونوں چیزیں طبی لحاظ سے غیر مفید بھی ہوسکتی ہیں۔ مگر پیٹو ان باتوں کو سوچے بنا اپنے پیٹ کیلئے ہر طرح کی چیز اپنے ذہن کے مطابق موافق جان کر کھا جاتا ہے۔ اور فاضل بریلوی تو 12 کھانوں کی بلٹی کے منتظر تھے۔

(vi) وصیت کی ان بارہ اشیاء کے ساتھ کہیں کہیں آپ کو کچھ قیود بھی ملیں گی

مثلاً دودھ کے برف کے ساتھ دو شرطیں

ا۔ خانہ ساز یعنی بازاری نہ ہو

۲۔ اگرچہ بھینس کے دودھ کا ہو یعنی ہر فرض سے اہم فرض تو یہی ہے کہ بھینس کے دودھ کا نہ ہو اور کسی سعی بسیار کے باوجود بھینس کے علاوہ کوئی دودھ میسر نہ ہوسکے تو پھر بھینس کا دودھ بھی قبول ہے۔

اسکے بعد ارد کی دال کے ساتھ دو شرطیں ہیں

ا۔ پھریری

۲۔ مع ادرک ولوازم

یہ اس لئے کہ اتنی چیزوں کو ہضم کرنا کوئی معمولی کام نہیں ممکن ہے ان چیزوں کو کھانے کے بعد نفخ اور ریاح ہو جائے اور وہ بھی قبر جیسی تنگ و تاریک جگہ اس لیے ادرک کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ "ریح" کیلئے بہت مفید ہے اور لوازم سے معلوم نہیں اعلیٰ حضرت بریلوی کی کیا مراد ہے اسکی تعین تو کوئی بریلوی ملاں ہی کرسکتا ہے یا کوئی عمر رسیدہ خانصاحب بریلوی کا عقیدت مند جوان کے شب و روز کے معمولات بچشم غائر دیکھ چکا ہو۔

اور آخر میں سوڈے کی بوتل کو اس لیے ذکر فرمایا گیا کہ اگر ان اشیاء کے ہضم ہونے میں کوئی کسر باقی رہ جائے تو سوڈے کی بوتل کا پانی پورا کردے گا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ ان اشیاء کی ترتیب محض اتفاقی نہیں بلکہ تمام طبی اصول وقواعد کو

ملحوظ رکھتے ہوئے قائم کی گئی ہے۔اور کھانے کی یہ ترتیب کھانے کے زیادہ شوقین ہی کی لگتی ہے۔اس ترتیب میں اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی تمام تر مجددانہ صلاحیتوں کو خوبی سے سمودیا۔(بحوالہ رضاخانی مذہب)

یہی دیکھ کر مولانا ظفر علی خان صاحب نے کہا تھا جسکو بریلوی مولوی مرحوم لکھتے ہیں کہ:

تربت احمد رضا خان پر چڑھاوا ہے فضول
جبتک اس میں ماش کی دال اور بالائی نہ ہو

خلیل احمد رانا صاحب!

اگر یہ واقعتاً تمہارے فاضل بریلوی کا اتنا قابل فخر کارنامہ تھا تو بتاؤ

(الف) سید شاہد علی نورانی بریلوی نے فاضل بریلوی کی اس مذکورہ بالا وصیت کو نقل کر کے خراج تحسین کیوں پیش نہ کیا۔

(ایک جائزہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان کی علمی خدمات۔ص:53)

آخر وہ وصیت لکھنے میں کیوں شرمندہ تھے؟

(ب) بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کو احمد رضا خان کی وصیت کی ساری باتیں لکھتے گئے مگر اس قابل فخر کارنامہ کو کیوں نظر انداز کر گئے؟؟

(سیرت اعلیٰ حضرت۔ص:107-105 ،مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

(ج) شرمندگی کے اسی احساس نے بابائے رضویت عبدالحکیم شرف قادری صاحب جیسا رضاخانی فاضل بریلوی کی پوری وصیت لکھنے کی ہمت نہ کرسکا کہ:

"اعلیٰ حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اگر بطیب خاطر ممکن ہوتو ہفتے میں تین بار مرغ کی بریانی، مرغ پلاؤ وغیرہ چیزیں فاتحہ کے طور پر بھیج دیا کریں۔"

(یاد اعلیٰ حضرت۔ص:59 ،مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

(د) بریلوی عطاء الرحمٰن قادری صاحب کو بھی فاضل بریلوی کی وصیت شریف لکھنے کی جرأت نہ ہوسکی؟؟(تذکرہ اعلی حضرت۔ص:64-60)

ایسے اعلیٰ کارنامہ پر شرمندگی کیوں؟؟

ہونا تو چاہیے تھا کہ بریلوی اس کی خوب تشہیر کرتے مگر چھپالینا اس بات کی نشاندھی کر رہا ہے

کہ

" دل میں چور ہے "

ایسی وصیت کو دیکھ کر ہی ایک بریلوی ظہیر الدین قادری برکاتی نوری کو کہنا پڑا کر:

''اگر انواع و قسم کے ان کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہوتے ہیں''۔

(علمائے اہلسنت سے روح اعلیٰ حضرت کی فریاد۔ص:55، محلہ پوروہ۔ متصل نئی سڑک کانپور)

شاید ایسے ہی موقع پر کہا جاتا ہے کہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

(ر)　بانی دعوت اسلامی الیاس عطار قادری جیسا سگ احمد رضا بھی فاضل بریلوی کے غاصب ہونے جیسے کارنامے گنوانے کے ساتھ ساتھ اس وصیت شریف کو بیان کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔(تذکرہ امام احمد رضا ۔ص:14-13 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

(ڑ)　پروفیسر حافظ محمد شکیل ارج رضوی صاحب کیوں اس اعلیٰ کارنامے کو بیان نہ کر سکے؟۔(رضا کوئز بک۔ص:40)

(vi)　فاضل بریلوی کے بیان کے مطابق گائے کا گوشت ان کی صحت کے لئے مضر تھا مگر پھر بھی وہ گوشت کھاتے تھے جو ان کے پیٹو ہونے کو ظاہر کرتے ہیں کہ بغیر پوچھے جو نظر آجاتا بس ہڑپ کرنے کی کرتے۔

جیسا کہ بریلوی شیخ القرآن فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جبکہ حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 91 پر گائے کا گوشت بھری پوریاں کھانا ثابت ہے''۔(بلی کے خواب میں چھیچھڑے۔ص:15)

ملفوظات اعلیٰ حضرت میں یہ بھی پڑھیے کہ:

''گائے کا گوشت کھانے سے مجھے۔۔۔۔ضرر ہوتا ہے ایک صاحب نے میرے یہاں نیاز کا کھانا بھیجا اور ساتھ ایک رقعہ لکھ دیا کہ اس میں سے تھوڑا سا چکھ لیں۔شوربے میں مرچ زیادہ تھی اور میں مرچ کا عادی نہیں۔

میں نے ایک بوٹی صاف کر کے کھائی بہت اچھا پکا تھا میں نے ایک بوٹی اور مانگی مگر اس وقت معلوم ہوا کہ گائے کا گوشت ہے دل میں گھبراہٹ پیدا ہوئی"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت۔ص:372، حصہ چہارم، مطبوعہ مشتاق بک کارنر لاہور)

اسی طرح ایک سوانح نگار رضا خانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"ایک صاحب نے آپ کی دعوت کی ملک العلماء مولانا ظفر الدین ہمراہ تھے۔ میزبان بڑا مفلس وکنگال تھا۔ ٹوٹی چٹائی بچھائی گئی اعلیٰ حضرت اسی پہ بیٹھ گئے۔ باجرہ کی روٹی بڑے گوشت کا قیمہ لاکر رکھا گیا۔ ملک العلماء سوچنے لگے اب کیا ہوگا۔ اعلیٰ حضرت تو بڑے کا گوشت نہیں کھاتے۔ (آخر پڑھ کر بسم اللہ الذی الخ) مسلمان کچھ بھی کھلائے نقصان نہیں کرے گا"۔

(خیابان رضا۔ص: 103-104)

یاد رہے کہ فاضل بریلوی کے نزدیک تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت نہیں ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت) جبکہ مصطفیٰ رضا خان قادری بریلوی مفتی اعظم ہند کے نزدیک نبی علیہ السلام سے گائے کا گوشت کھانا ثابت ہے اور انہوں نے مسلم شریف کی روایت بھی نقل کی ہے۔ اس سے فاضل بریلوی کی علمیت کا بھی پتہ چلتا ہے۔

اسی طرح ایک اور رضا خانی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ:

"ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا۔ گائے کا گوشت آپ کو سخت نقصان کرتا تھا۔ مگر ایک غریب مومن کی دل جوئی کے لئے آپ نے تناول فرمالیا۔ جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی۔"

(خیابان رضا۔ص: 124)

[پیٹو کھانا کھا جاتا ہے یہ سوچے بنا کہ آگے مجھے تکلیف ہوگی۔]

آگے اس تحریر کو بھی پڑھ کر کڑیاں ملائیں:

"پہلی بار کی حاضری میں میری عمر بائیس برس کی عمر تھی میں نے دونوں وقت کی روٹی چھوڑ دی تھی صرف گوشت پر اکتفا کرتا اور گوشت بھی دنبے کا سنا چڑے ہوئے ہوتے ہیں۔" (ایضاً۔ص: 372)

(vii) پیٹو لوگوں کی ہی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب ان کو کھانے کی چیز دیر سے ملے تو

کھانا لانے والے کو تھپڑ مار دیتے ہیں جیسا کہ بریلوی سوانح نگار لکھتے ہیں کہ :

''زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازم بچہ دو گھنٹے کی تاخیر سے پان لے کر آیا۔
حضرت نے اس کو ایک چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا''۔

(خیابان رضا ۔ص:42،ص:80)

(viii) اسی طرح جب کسی پیٹو اور بھوکے سے جب کوئی سوال کیا جائے مثلاً:

دو اور دو کتنے ہوتے ہیں

تو پیٹو اور بھوکا کہتا ہے

چار روٹیاں

یہی حال کچھ احمد رضا خان صاحب کا تھا کہ، جب ان سے سوال کیا گیا کہ:

''عرض : حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں ''

(ملفوظات حصہ اوّل ص 141، شیخ کامل ص 167)

دیکھیے سائل کا سوال کیا تھا اور اعلیٰ حضرت صاحب کس انداز سے دعوت کے لفظ کو جواب میں لے آئیں اور اپنی مجددانہ صلاحیتوں کا اظہار کیا۔ خان صاحب جہاں دعوت کے بارے میں فکر مند ہوتے تھے۔ اسی طرح چندہ کی فکر میں غور و فکر بھی کیا کرتے تھے۔ اس کے لیے غیروں کی منتیں بھی کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ فاضل بریلوی ''مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب '' پر کفر فتوے لگاتے ہوئے انہیں چندہ ہتھیانے پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ :

''جو چندہ اہلسنت کا اس مجمع ضلالات میں پہنچ چکا ہے۔ اس کو خالص اپنے قبضے میں کیجئے جو تدابیر جائز و مفید و ممکن ہوں سب اہلسنت مل کر تجویز و ترویج کریں کہ پھر دیکھیں کہ ہم غربا آپ کی خدمت کو حاضر ہیں یا نہیں۔''

(الطاری الداری۔ حصہ اوّل۔ ص: 19)

(بقیہ صفحہ نمبر ۴۰)

کیا نماز میں رسول اللہ ﷺ کا خیال آنا برا ہے؟

عام عوام کو سمجھانے کیلئے عبارت کی آسان اور عوامی انداز میں توضیح کی جا رہی ہے علمی بحث پڑھنے کیلئے اس موضوع پر لکھی جانے والی کتب کا مطالعہ کریں......ادارہ

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ رسوائے زمانہ لوگوں نے جو الزامات لگائے ہیں ان میں سب سے بڑا الزام اور سب سے نمایاں بہتان یہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب ''صراط مستقیم'' میں لکھا ہے کہ:

> ''محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے۔ کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کا خیال کرنے سے بھی برا ہے۔ اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے''

احمد رضا خان صاحب قارونی کے بعض مریدین اور پیروکار اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور دیہاتوں میں جا کر بکتے ہیں کہ اسمعیل نے لکھا ہے کہ نماز میں نبی ﷺ کا خیال آ جانا گھوڑے گدھے کے خیال آنے سے زیادہ برا ہے۔

محترم قارئین! بھلا سوچئے تو کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس ایسے کافرانہ، ظالمانہ اور احمقانہ جملے لکھ سکتا ہے؟ اس عبارت کا مطلب تو یہ ہوا کہ شاہ اسمعیلؒ دنیا بھر کے مسلمانوں کی نمازوں کو خراب اور فاسد قرار دے رہے ہیں۔ اس لئے کہ ایسا کون سا مسلمان ہوگا کہ وہ نماز تو پڑھے مگر اسے حضور ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔ کون نہیں جانتا کہ نمازی کو قدم قدم پر حضور ﷺ کا خیال آتا ہے۔ نمازی وضو کرے گا تو خیال آئے گا، خصوصا جب وضوء کے وقت ہر عضو کو تین تین بار دھوئے، مسواک کرے گا تو ضرور خیال آئیگا کہ یہ میرے آقا کی سنت ہے، پھر جب وہ مسجد میں داخل ہوگا اور اپنا دایاں پاؤں مسجد میں پہلے داخل کرے گا تو اسے خیال آئے گا کہ حضور ﷺ نے ایسی ہی تعلیم دی ہے۔ اسی طرح دوران نماز بھی اسے بار بار ان کا خیال آئے گا، نماز میں اگر وہ آیات پڑھی گئیں جن میں حضور ﷺ کا نامِ پاک آیا ہے تو کون ہے کہ ان کا نام تو لے مگر ان کا خیال اسے نہ آئے۔ تشہد میں آخری قعدہ میں ان

پر درود پاک پڑھا جاتا ہے جس میں ان کا نام بار بار آتا ہے ایسے میں یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی نمازی کو آنحضرت ﷺ کا خیال نہ آئے؟۔

اب اگر حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر لگایا گیا یہ الزام درست تسلیم کرلیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نہ اس دور کے مسلمانوں کی نماز صحیح ہے نہ پہلے مسلمانوں کی۔ یہاں تک کہ ابوبکر وعثمان، فاروق وعلی اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین میں سے کسی کی بھی نماز صحیح نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ نمازی کوئی ہو، امام ہو یا مقتدی، صحابی ہو یا غیر صحابی، اسے حضور ﷺ کا خیال آہی جاتا ہے بلکہ غضب یہ کہ اگر یہ الزام درست تسلیم کرلیا جائے تو پھر ان کے نزدیک خود سید العابدین حضرت امام دو جہاں ﷺ کی نماز بھی درست نہ ہوئی (خاک بدہن ظالم وکاذب ومفتری) اس لئے کہ انہیں بھی دوران نماز اپنا خیال آتا ہوگا۔

تو جو شخص دنیا بھر کے عام مسلمانوں اور خاص اور کامل الایمان مسلمانوں حتی کہ خود سید الانام ﷺ کی نمازوں کو ناقص اور فاسد بتائے اس کی حماقت اور کفر میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے؟ ہم تو ایسے شخص کو بدتین کافر کہیں گے، جو حضرات صحابہ جیسی عظیم ہستیوں اور ستم بالائے ستم یہ کہ خود سرور کائنات ﷺ کی نمازوں کو ناقص وفاسد کہے گا۔ مگر قارئین محترم آپ کو حیرت ہوگی کہ امن میاں یعنی آل قارون احمد رضا خان صاحب اوران کے پیروکار حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر الزام بھی لگاتے ہیں اور پھر احمد رضا خان قارونی انہیں کافر بھی نہیں کہتے۔ احمد رضا خان صاحب قارونی لکھتے ہیں کہ:

''امام الطائفہ اسمٰعیل کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا''۔ (حسام الحرمین۔ص:۴۲)

مزید لکھتے ہیں: ''علماء محتاطین انہیں کافر نہ کہیں''۔ (تمہید مع حسام الحرمین۔ص:۴۲)

اگر اتنا بڑا جرم کرنے والا بھی کافر نہیں تو

ع مجھے بتاؤ تو سہی اور کافری کیا ہے؟

قارئین کرام! یقین فرمائیں کہ یہ الزام محض جھوٹا ہے اور کذب ودجل کے پیکروں نے اسے باخدا انسان کی طرف اپنے مخصوص مفادات کے تحت یہ انتہائی ظالمانہ الزام منسوب کردیا۔

قارئین محترم! آیئے دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا کیا ہے اور موت

وقیامت سے غافل ان کے ظالم اور بے حیاء دشمنوں نے اسے کیا سے کیا بنا دیا۔اس بحث میں پڑے بغیر کہ جس کتاب سے یہ عبارت شاہ صاحب کی طرف منسوب کی جارہی ہے وہ کتاب دراصل ہے کن کی؟ ہم اس عبارت کا مفہوم سہل اور آسان انداز میں عرض کرنے کی کوشش کریں گے۔ جہاں تک اس کی علمی مباحث کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ اہل علم اور اہل تصوف ومعرفت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی عشق ومحبت سے بھرپور اس عبارت پر عش عش کر اٹھے ہیں۔اہل نظر اس عالمانہ، فقیہانہ، اور عاشقانہ عبارت کو پڑھ کر حضرت شہید کی بالغ نظری اور فراست وفقاہت کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتے۔مگر افسوس کہ ان کے ظالم و نادان دشمن جان بوجھ کر ان کی عبارت کا غلط مطلب بیان کر کے خدا کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں اور یا بیچاروں کا ذہن نارسا علمی حقائق وباریکیوں کو سمجھنے سے ہی قاصر ہے اور ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

پہلے عبارت ملاحظہ فرمائیں۔حضرت شاہ صاحب نماز کے متعلق مسائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آن از معظمین گو جناب رسالتمآب باشد بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ خر خود است کہ خیال آں با تعظیم اجلال بسویدائے دل انسان مے چسپد بخلاف خیال گاؤ خر نہ آں قدر چسپیدگی مے بود ونہ تعظیم بلکہ مہان ومحقر بود“۔

ترجمہ: (نماز میں صوفیائے کرام کا) اپنی تمام توجہ کو اپنے شیخ اور شیخ جیسی بزرگ ہستیوں کی طرف لگا دینا اگرچہ وہ شخصیت جناب رسالتمآب (ﷺ) کی ہی ہو، اپنی گائے اور گدھے کے خیال میں مستغرق ہوجانے (ڈوب جانے) سے کئی درجہ برا ہے کیونکہ بزرگ ہستیوں کا خیال تو تعظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور بیل اور گدھے کا خیال، نہ تو اس قدر دل تو لگتا ہے اور نہ اس میں تعظیم ملحوظ ہوتی ہے بلکہ حقیر وذلیل ہوتا ہے۔

یہ ہے اس عبارت کا سلیس اور آسان ترجمہ۔اس میں حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں معظم، اجلال، تعظیم، اور رسالتمآب جیسے شاندار الفاظ استعمال

فرمائے۔رسول خداﷺ کی توہین کا اس عبارت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔مگر شہیدؒ کے ظالم دشمن اس عبارت کا مفہوم بہت خوفناک بنا کر بیان کرتے ہیں۔خصوصا اس عبارت میں موجودہ دو لفظوں پر زیادہ زور دیتے ہیں اور اپنی خصلت بد کے مطابق ان کا مطلب ومفہوم لب ولہجہ کے ذریعہ بدل کر عام مسلمانوں خصوصا دیہاتیوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں ۔سادہ لوح مسلمان جب ان دلدادگانِ بدعت کا خودساختہ ترجمہ ومطلب سنتے ہیں تو حیران رہ جاتے ہیں اور شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت پر آمادہ ہوجاتے ہیں۔وہ دو لفظ یہ ہیں کہ انہوں نے نماز میں گھوڑے گدھے کے خیال کو بدؔ اور حضورﷺ کے خیال کو بدترؔ کہا۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت شاہ صاحبؒ نماز میں حضورﷺ کے خیال آنے کو ہرگز نقصان دہ نہیں سمجھتے وہ تو ''صرف ہمت'' کو نقصان دہ سمجھتے ہیں ''صرف ہمت'' کا ترجمہ یار لوگوں نے ''خیال'' کردیا۔حالانکہ اس کا مطلب خیال نہیں۔اس کا مطلب ہے کامل توجہ، کسی کے دھیان میں خود کو غرق کردینا۔کسی ایک ہستی پر دھیان جمالینا۔سب سے یکسو ہوکر ایک طرف متوجہ ہوجانا۔غرض اس کا ترجمہ ومطلب خیال آنا نہیں بلکہ خیال میں کھو جانا ہے۔گویا خیال اور صرف ہمت میں زمین وآسمان کا فرق ہے مگر اندھے دشمنوں کو یہ فرق نظر نہیں آتا۔

اتنی بات تو ہر مسلمان جانتا ہوگا کہ نماز میں نمازی کی کامل توجہ کا حقدار اللہ تعالی ہی ہے جان بوجھ کر اپنی توجہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف پھیرنا نمازی کیلئے درست نہیں۔ارشاد خداوندی ہے:اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِی ''اور میری یاد کی نماز پڑھا کرو۔نیز ارشاد ہے:''قُوْمُوْا لِلّٰہِ قَانِتِیْنَ اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ۔حضورﷺ فرماتے ہیں:ان تعبد اللہ کانک تراہ (الحدیث) اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اگر یہ نہ ہوسکے تو یہ خیال باندھ لو کہ بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اب جبکہ نماز میں خدائے پاک کے سوا کسی اور کی طرف صرف ہمت (صوفیانہ توجہ) کی اجازت نہیں تو اس لئے حضرت شاہ صاحب کسی اور کی طرف صرف ہمت کو نقصان دہ بتاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی فرماتے ہیں کہ اگر صرف ہمت کسی گھٹیا اور کم تر چیز کی طرف ہوگی تو نقصان کم ہوگا اور اگر اعلی ہستی کی طرف صرف ہمت ہوگی تو زیادہ نقصان

دہ ہے۔اس عبارت میں نہ تو حضور اکرم ﷺ کی کوئی توہین کی گئی ہے اور نہ کسی قسم کی گستاخی کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

ہم ایک مثال عرض کرتے ہیں امید ہے کہ اس مثال سے حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔

ایک مریض ہے طبیب اسے قیمتی دوا کھلانا چاہتا ہے مگر اس قیمتی دوا کی خاطر خواہ اثرات ظاہر ہونے کیلئے طبیب یہ ضروری سمجھتا ہے کہ مریض ۱۶ گھنٹے پیاسا رکھا جائے۔مریض کی جان بچانے کی خاطر اس کے لواحقین اور تیمارداروں نے اس کو گھر کے ایک کمرہ میں بند کر دیا اور تمام اہل خانہ اور آنے جانے والوں سے کہہ دیا کہ مریض کے پاس کوئی بھی پانی یا پینے کی کوئی اور چیز لے کر نہ جائے۔شدید گرمی کے موسم میں مریض نے جیسے تیسے بارہ گھنٹے گزار لئے۔بارہ گھنٹے بعد جب مریض کو شدید پیاس لگی ہوئی تھی۔ایک شخص گرم اور بدبودار پانی ایک گلاس لئے مریض کے کمرے میں چلا گیا۔تیمارداروں کو پتہ چلا تو دوڑ کر کمرے میں گئے اور فوراً گلاس انڈیل دیا اور گلاس لانے والے کو ڈانٹا کہ تو نے بڑی نامناسب حرکت کی کہ پیاسے مریض کے پاس پانی لایا۔گرم اور بدبودار سہی مگر پانی تو ہے۔

اس کے ایک گھنٹہ بعد ایک اور شخص انتہائی ٹھنڈے اور عمدہ شربت کا لبالب بھرا جگ مریض کے کمرے میں لے گیا۔تیمارداروں اور نگرانی کرنے والوں نے دیکھا تو تیزی سے اس کے پیچھے دوڑے اور جگ اس کے ہاتھوں سے چھین کر اس سے کہا کہ تم نے تو پہلے والے شخص سے بھی کہیں زیادہ بری حرکت کی وہ گرم اور بدبودار پانی لے کر گیا تھا۔مگر تم نے تو ظلم کی حد کر دی اس درجہ عمدہ خوش رنگ خوش ذائقہ اور ٹھنڈا شربت ایسے مریض کے پاس لے گئے جو اس وقت بے حد پیاسا ہے۔

اب ذرا اس مثال پر غور فرمائیے۔تیماردار حضرات گرم پانی لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے نامناسب حرکت کی" اور شربت لے جانے والے سے کہہ رہے ہیں کہ "تو نے زیادہ بری حرکت کی"، "اور ظلم کی انتہاء کر دی" کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے "شربت کی توہین کر دی" اور اسے بدبودار پانی سے بھی کم اور حقیر جانا (کیونکہ) بدبودار پانی لے جانے والے کو انہوں نے قدر سخت الفاظ میں تنبیہ نہیں کی جس

قدر سخت وشدید الفاظ میں شربت پلانے والے کو ڈانٹا۔ظاہر ہے کہ کوئی بھی ایسا نہیں سمجھے گا ۔معمولی عقل وشعور والا بھی سمجھ سکتا ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی قطعاً تحقیر نہیں کی اس لئے کہ شربت کو تو وہ خود خوش رنگ ،خوش ذائقہ اور ٹھنڈا و عمدہ کہہ رہے ہیں جب کہ اس پانی کو گرم اور بدبودار کہہ رہے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ کی طرف منسوب عبارت مذکورہ کی بناء پر یہ بات منسوب کرنا جھوٹ اور فریب دہی کے سوا کچھ نہیں کہ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی توہین کی ہے۔دیکھئے جیسے مریض کے تیمارداروں نے شربت کے متعلق ''خوش رنگ،خوش ذائقہ اور عمدہ وٹھنڈا'' کے الفاظ استعمال کئے تھے اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں ''اجلال،تعظیم،معظم اور رسالتمآب'' جیسے شاندار الفاظ استعمال فرمائے اور جس طرح تیمارداروں نے پانی کو گرم اور بدبودار کہا تھا اسی طرح حضرت شاہ صاحبؒ نے بیل گدھے کو حقیر اور بے وقعت فرمایا۔اب جیسے کسی کا یہ کہنا حماقت اور جہالت ہے کہ تیمارداروں نے شربت کی توہین وتحقیر اسی طرح یہ کہنا بھی حماقت ہے ،جہالت،اور شرارت ہے کہ شاہ صاحبؒ نے پیغمبر کی توہین کردی۔حقیقت یہ ہے کہ نہ مریض کے تیمارداروں نے شربت کی توہین کی اور نہ حضرت شاہ صاحبؒ نے حضور اکرم ﷺ کی توہین کی۔

رہی یہ بات کہ پھر تیمارداروں نے مریض کے پاس شربت لے جانے والے کو زیادہ سخت الفاظ میں کیوں ڈانٹا تو اس کی وجہ ظاہر ہے کہ تیماردار جانتے تھے کہ گندے اور غلیظ پانی کے پینے سے مریض کو باز رکھنا مشکل نہیں اول تو اس کا اپنا ضمیر ہی اسے گندہ پانی نہیں پینے دے گا بصورت دیگر گھر والوں کے معمولی سمجھانے بجھانے سے باز رہ جائے گا لیکن خوش رنگ اور ٹھنڈے شربت کے پینے سے اسے روکنا بہت مشکل ہے۔بس اسی بناپر گندہ پانی لے جانے والوں کو تیمارداروں نے کم تنبیہ کی اور شربت لے جانے والے کو زیادہ۔خلاصہ یہ کہ مریض پر معالج اور نمازی پر خدا کی طرف سے لگائی گئی پابندیوں میں جو چیز جس درجہ دخل انداز ہوگی وہ چیز اسی درجہ میں مضر کہلائے گی۔شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مقدس ومعظم ہستیوں کے خیال میں خود کو مستغرق کرنا زیادہ مضر ہے کیونکہ ان ذی شان ہستیوں

کا خیال دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے اور پھر نہیں ہٹتا۔ شاہ صاحب کے احمق اور بے علم مخالفین کے سیاہ قلوب کو چونکہ دنیوی چیزوں کا خیال ہی زیادہ چپکتا ہے۔ اس لئے خدا کے رسول ﷺ کے خیال کا دل میں چپکنے والی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

اب حضرت شہیدؒ کی عبارت پر غور فرمائے کہ نماز میں گھوڑے، بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانا برا ہے مگر کسی عظیم ہستی کی طرف توجہ لگا دینا زیادہ برا ہے، اس کی وجہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے خود ہی بیان فرما دی ہے کہ گدھا گھوڑا حقیر اور بے وزن ہیں ان سے انسان کو خاص دلچسپی نہیں ہوتی (کہ ان کے خیال میں ڈوب جانے کے بعد ڈوبا ہی رہے) لیکن عظیم الشان ہستیوں کی طرف اگر صرف ہمت ہوگی تو پھر ان عظیم الشان ہستیوں سے توجہ ہٹانا بہت مشکل ہو جائے گا کیونکہ ان محترم ہستیوں کا خیال انسان کے دل کی گہرائیوں میں جا چپکتا ہے۔ گویا حضرت شاہ صاحبؒ گھوڑے گدھے کے خیال کو غلیظ اور گندے پانی جیسا سمجھ رہے ہیں اور بزرگان دین خصوصا نبی اکرم ﷺ کے خیال کو شدید پیاسے کیلئے خوش رنگ، خوش ذائقہ عمدہ اور ٹھنڈے شربت جیسا سمجھ رہے ہیں۔ کوئی بتائے کہ اس میں توہین اور گستاخی کیا نام کو بھی ہے؟۔

مزید وضاحت وتشفی کی غرض سے ہم ایک واقعہ لکھ دینا بھی مناسب سمجھتے ہیں۔

ایک خطیب نے رمضان شریف کے ایک جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے روزۂ رمضان سے متعلق یہ مسئلہ بیان کیا کہ: روزے کی حالت میں اگر تم میں سے کوئی شخص میرے منہ کا اُگلا ہوا نوالہ کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا مگر کفارہ اس پر نہیں آئے گا۔ اسی طرح آپ حضرات میں سے کسی صاحب کے منہ کا اُگلا ہوا لقمہ اگر میں کھالوں تو میرا بھی روزہ ٹوٹ جائیے گا مگر کفارہ لازم نہیں۔ البتہ اگر رسول اللہ ﷺ کے مبارک منہ کا اُگلا ہوا لقمہ کھالوں یا آپ میں سے کوئی کھالے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جائے گا بلکہ کھانے والے پر کفارہ (ساٹھ روزے) بھی لازم ہوگا۔ ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کے اُگلے ہوئے نوالے کو ابوبکرؓ، فاروق اعظمؓ، حضرت عثمان وعلیؓ اور دیگر تمام صحابہ آئمہ امت اولیاء امت اور صحیح العقیدہ مسلمانوں میں سے کوئی کھالے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور کفارہ بھی ہوگا۔

خطیب سے یہ مسئلہ سن کر سب سامعین حیرت سے اس کا منہ تکنے لگے۔ بعض کے

ماتھوں پر شکن نمودار ہوئے وہ اسے حضور ﷺ کی توہین تصور کرنے لگے۔ بعض حاضرین نے ایک دوسرے سے سرگوشی کی کہ یہ تو عجیب مسئلہ ہے۔ ہمارے اُگلے ہوئے لقمے کے کھانے سے کھانے والے پر صرف ایک روزہ اور نبی ﷺ کا لقمہ کھانے والے پر اکسٹھ روزے؟

خطیب بھانپ گیا کہ لوگوں کو یہ بات اچھی نہیں لگی، چنانچہ خطیب نے کہا کہ جس بات سے تم ناخوش ہو رہے ہو اور ناگواری محسوس کر رہے ہو تشریح کے بعد اسی بات پر جھوم اٹھو گے۔ اور پھر خطیب نے وضاحت کی کہ روزے کا اصول اور ضابطہ یہ ہے کہ گھٹیا اور بے وقعت اور ایسی چیز کہ جس سے گھن آئے کھانے سے صرف روزہ ٹوٹ جاتا ہے کفارہ لازم نہیں آتا، مگر اعلیٰ بڑھیا اور عمدہ غذا، دوا اور لذت کے طور پر کھانے والی چیز کے کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم آتا ہے، زمزم پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضاء و کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ اسی طرح رینٹھ چاٹنے سے صرف قضاء لازم آئے گی مگر شہد چاٹنے سے کفارہ بھی۔

اب دیکھئے! چونکہ میرے اگلے ہوئے لقمے سے آپ نفرت کرتے ہیں اور آپ کے اگلے ہوئے نوالے سے مجھے گھن آتی ہے اس لئے اگر ہم ایک دوسرے کا لقمہ کھالیں گے تو صرف قضاء ہوگی کفارہ نہ ہوگا مگر چونکہ حضور ﷺ کے مبارک منہ کے لقمے سے کسی صحیح العقیدہ مسلمان کو گھن آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ ہر مسلمان حضور کے منہ کے نوالے کو بہت بڑی نعمت سمجھتا ہے۔ مسلمان کی نظر میں کائنات میں حضور کے لقمے سے اعلیٰ، مقدس اور محبوب ترین غذا اور کوئی نہیں ایک مسلمان کیلئے حضور کا لقمہ دوا بھی ہے شفاء بھی اور اعلیٰ ترین غذا بھی۔ دور صحابہ تو خیر دور صحابہ تھا آج اس گئے گزرے دور میں بھی ایسے کروڑوں مسلمان موجود ہیں کہ ان کے سامنے اگر مختلف پلیٹوں میں شہد، کھیر، حلوا، کباب دیگر لذیذ چیزیں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف ایک پلیٹ میں ان کے آقا و مولیٰ کے مبارک دہن سے نکلا ہوا لقمہ رکھ دیا جائے تو وہ تمام پلیٹوں کی لذیذ چیزوں کو ٹھکرا کر بڑی بے تابی و بے قراری سے اپنے آقا و مولیٰ کے لقمے پر ٹوٹ پڑیں گے،

زمانہ محوِ حیرت ہے میری شانِ گدائی پر
کہ میں ہر شے کو ٹھکرا کر تمہاری خاکِ پا مانگوں

[illegible] حضور [illegible] کا لقمہ معاذ اللہ گھٹیا نہیں اس لئے اس کے کھانے سے قضاء کے ساتھ

کفارہ بھی لازم آئے گا۔ گویا آنحضرت ﷺ کا لقمہ کھالینے پر کفارہ آنا توہین کیلئے نہیں بلکہ احترام واکرام اور اظہارِ شان کیلئے ہے۔ اپنے خطیب کا یہ بیان اور وضاحت سننے کے بعد ان حضرات پر وجد کیسی کیفیت طاری ہوگئی جو وضاحت سے پہلے ماتھوں کر شکن ڈالے ہوئے تھے، جس بیان کو وہ حضور ﷺ کی توہین سمجھ رہے تھے بہت جلد انہیں معلوم ہوگیا کہ وہ بیان تو ان کے آقا ومولی کی تعظیم وتوقیر اور ان کے جلال واکرام کا بیان ہے۔

اس موقع پر خطیب نے کہا کہ اگر کوئی شخص میرے آج کے اس بیان کو سادہ لوح دیہاتی مسلمانوں کے سامنے اس طرح بیان کرے گا کہ ''فلاں مولوی نے کہا کہ میرا لقمہ کھانے سے صرف روزہ ٹوٹتا ہے کفارہ نہیں آئے گا مگر نبی ﷺ کا لقمہ کھانے سے روزہ بھی ٹوٹ جاتا ہے اور کفارہ بھی لازم ہوجاتا ہے'' تو ظاہر ہے کہ وہ بیچارہ بھڑک اٹھے گا اور کہے گا کہ خدا غارت کرے اس گستاخ مولوی کو، اسی طرح اگر کوئی یہ بات میری والدہ یا والد کو کہے اور اگر انہیں تفصیل کی خبر نہ ہو تو وہ یقیناً خفا ہوں گے اور میری ہدایت کیلئے دعا کریں گے۔ خطیب نے کہا کہ اگر میرے اس بیان کو کوئی حضرت شاہ صاحبؒ کے ظالم دشمنوں کی طرح اس ظالمانہ انداز سے بیان کرے،

> ''مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعونی شیطانی کلموں کو غور کرو محمد رسول اللہ ﷺ کا لقمہ کھانے سے اکٹھ روزے رکھنے پڑیں گے اور اس نابکار مولوی اور اس کے مقتدیوں کے لقمے کھانے سے صرف ایک روزہ۔ مسلمانو! اللہ انصاف! ریٹھ چاٹنے غلیظ بدبودار گوشت کھانے سے صرف ایک روزہ مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے اُگلے ہوئے نوالے کے کھانے سے اکٹھ روزے! مسلمانو! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان وقلم سے نکلنے کا ہے۔ حاش للہ''۔

(حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی اس عالمانہ عبارت کے خود ساختہ مفہوم کے اول وآخر میں بریلی کے پوپ رضا خان صاحب نے ''الکوکبۃ الشہابیہ'' میں انہی الفاظ میں واویلا کیا ہے) تو ظاہر ہے کہ اس خوفناک اندازِ بیان سے سادہ لوح اور مسئلہ کی حقیقت سے بے خبر مسلمان ''وہ کچھ کہیں گے کہ خدا کی پناہ''۔

قارئین محترم! خطیب کے بیان کو ایک بار پھر غور سے پڑھیے اور پھر بتائیے کہ

خطیب کے بیان میں کوئی ادنی سا شائبہ بھی توہین رسالت کا پایا جاتا ہے۔ بالکل یہی حال حضرت شاہ اسمعیل شہیدؒ کی اس زیر بحث عبارت کا ہے جس میں گستاخی وتوہین کا تو قطعا اشارہ ہی نہیں۔ حضرت کی عبارت عاشقانہ عالمانہ وفاضلانہ ہے مگر ناہنجار دشمن اسے ظالمانہ و گستاخانہ عبارت کے طور پر پیش کرتے ہیں اور یوں عوام الناس کو بہکاتے اور اپنے دام تزویر میں پھنساتے ہیں اور یہ ظالم خود کو اور اپنے حوریوں کو اہل حق کی دشمنی کے باعث جہنم کے شعلوں کا ایندھن بناتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کا مفہوم اس کے سوا اور کیا ہے کہ جیسے روزے کی حالت میں گھٹیا چیز کھانا کم نقصان دہ ہے اور اعلی چیز کھانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اسی طرح نماز میں گھٹیا چیزوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا کم نقصان دہ اور عظیم ہستیوں کے خیالات میں منہمک ہو جانا زیادہ نقصان دہ ہوتا ہے۔ گھوڑا بیل جبھی حضرت شہید انہیں محقر لکھتے ہیں اور ان کے خیال میں منہمک ہونے کو کم نقصان دہ بتاتے ہیں۔ آقا دو عالم ﷺ اعلی ترین وافضل ترین ہستی ہیں جبھی تو حضرت شہیدؒ انہیں عظمت والی ذات جلالت والی ہستی اور رسول نہیں رسالتمآب لکھتے ہیں اور اسی لئے نماز کے دوران ان کے خیال میں غرق ہو جانے کو نماز کیلئے نقصان دہ باتے ہیں۔ غرض یہ کہ شاہ صاحب کا یہ لکھنا کہ نماز میں حضور ﷺ کے خیال میں خود کو مستغرق کر دینا زیادہ برا ہے یہ آپ کی توہین کیلئے نہیں بلکہ ایسا آپ کی بلند و بالا شان اور بے نظیر عظمتوں اور بلند تر درجات کی وجہ سے ہے۔ کوئی دلدادہ بدعت اسے نہ سمجھتا ہو تو اس میں شہید کا کیا قصور ہے؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمہ آفتاب راہ چہ گناہ

اور اب آخر میں شہید کے عشق و محبت میں لبریز اس جملہ پر ایک بار پھر غور فرمائے

”خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دل انسان می چسپد“

یعنی آقائے کائنات ﷺ کے خیال میں اس قدر مٹھاس ہے اتنی زیادہ حلاوت وشیرینی ہے اور اس درجہ کشش ہے کہ وہ انسان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور پھر چپک کر رہ جاتا ہے۔ ہر شخص اپنے دل کی کیفیت خود ہی زیادہ جان سکتا ہے۔ شاہ اسمعیل شہیدؒ نے اپنی دلی کیفیت کا اظہار اس جملہ میں کر دیا اور پھر دوسرے مسلمانوں کی حالت و کیفیت کو بھی اپنی حالت پر قیاس کیا کہ جیسے میرے دل کی گہرائیوں میں آنحضرت ﷺ کا خیال اپنی تمام عظمتوں اور انتہائی جلالت

شان کے ساتھ جا چپکتا ہے دوسرے مسلمانوں کے قلوب کی گہرائیوں میں بھی اسی طرح چپکتا ہوگا۔اور حقیقت بھی یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات، ان کے نام اور ان کے ذکر و خیال میں رب العالمین نے کچھ ایسی کشش اور ایسی حلاوت و مٹھاس رکھ دی ہے کہ صحیح العقیدہ انسان ایسی کشش اور مٹھاس دوسری کسی چیز میں نہیں پاتا۔حضرت شہید کے عشق و محبت میں ڈوبے ہوئے اس جملے کا مطلب خان صاحب اور ان کے متبعین کی سمجھ میں نہیں آرہا وجہ یہ ہے کہ جو دل و دماغ مسلسل غلط کاریوں کے نتیجے میں سلامتی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ان کیلئے کشش دوسری چیزوں میں ہوتی ہے۔اللہ کے رسول کے خیال اور ان کی سنت میں نہیں۔

آئے ایک بار پھر یہ شاندار روح پرور اور وجد آفریں جملہ دہرا کر اپنے قلب و روح کی بشاشت وانبساط کا سامان کریں:

خیال آں با تعظیم واجلال بسویدائے دل انسان می چسپد

کتنے مبارک ہیں وہ قدسی صفات لوگ جن کے پاک دلوں کو حضور ﷺ کی یاد اپنا گھر بنالے اور ان کے دل کی گہرائیوں میں آپ ﷺ کا خیال چپک کر رہ جاتا ہے۔

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے ایک جلیل المرتبت صحابی حضرت انسؓ سے پوچھتے ہیں کہ دوران نماز جب رخ زیبا پر نظر پڑ گئی تھی تو اس وقت عاشقانِ رسالت ﷺ کی کیفیت کیا تھی؟ بخاری شریف میں ہے کہ:

> "حضور ﷺ کے مرض وصال کے دنوں میں حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھاتے تھے حتی کے جب پیر کا دن ہوا اور صحابہ کرام نماز میں صف باندھے ہوئے تھے تو جناب رسالتمآب ﷺ نے حجرہ اقدس کا پردہ کھولا اور کھڑے ہوکر ہمیں دیکھ رہے تھے چہرہ اقدس گویا قرآن کا ورق تھا پھر آپ تبسم فرماتے ہوئے ہنسے، فھممنا ان نفتتن من الفرح برویۃ النبی ﷺ۔رسول پاک ﷺ کے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے مارے خوشی کے ہم نے ارادہ کیا ان نفتتن کہ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں (یعنی نماز کی نیت توڑ دیں)
>
> (بخاری۔ج:۱۔ص:۹۳)

جیسے چہرہ انور کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرامؓ کا وفورِ مسرت سے یہ حالت ہوگئی تھی کہ نماز توڑنے

کا ارادہ کرلیا، ایسے ہی صوفیاء کرام اور صحیح العقیدہ مسلمان کا ان کے خیال و دھیان میں مستغرق ہونے کے بعد فرحت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور نماز کے ختم ہوجانے یا خراب ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔

اے حقیقی عشق و محبت کے جذبات و احساسات سے عاری لوگو! اپنے امام اعلی حضرت، عظیم البرکت مجدد ملت یکے از علامات قیامت کے طریقہ غلیظہ کی پیروی کرتے ہوئے کیا بخاری شریف کی اس حدیث پاک کے متعلق یہ کہو گے کہ:

"مسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ۔۔کلموں پر غور کرو، ہاشا کے دیکھنے سے تو فتنے میں پڑنے کا ارادہ نہ کیا مگر محمد رسول اللہ ﷺ کے چہرہ کو دیکھنے سے فتنہ میں پڑنے کا قصد کیا۔ مسلمانو!۔۔ مسلمانو! انصاف! کرو۔ لوگ حضور ﷺ کے چہرے کو دیکھ کر ہدایت پاتے ہیں ۔۔انس ؓ۔ کہ ہم نے چہرے کو دیکھنے کی وجہ سے فتنہ میں پڑنے کا ارادہ کیا۔ مسلمانو! للہ انصاف کیجئے ۔کیا ایسا۔ کلمہ کسی ۔۔زبان و قلم سے نکل سکتا ہے"۔

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس حدیث پاک کے بعد حضرت شہیدؒ کی زیر بحث الہامی عبارت کے اس کیفیت زا جملے کا ترجمہ مزے لے لے کر پڑھیے گا:

"ان کا خیال تعظیم و بزرگی کے ساتھ دل کی گہرائیوں میں جاچپکتا ہے"

اے گروہ اہل بدعت! اور اے فریب خوردہ مسلمانو! اپنے دلوں کو بدعت کی آلائش اور اہل حق کے کینہ و کدورت سے پاک کرو۔ اپنی ان حرکتوں پر خدا سے معافی طلب کرو تا کہ تمہیں مجاہد فی سبیل اللہ عاشق رسول ﷺ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات سمجھ میں آجائے کہ خدا کے رسول کی ذات، بات میں، ذکر میں زبردست حلاوت و مٹھاس اور بے پناہ کشش موجود ہے اور ان کی یاد اور ان کا خیال اپنی تمام تر عظمتوں اور رعنائیوں کے ساتھ قلبِ مومن میں جاچپکتا ہے۔

فصلی اللہ علی رسولہ و آلہ و سلم

رضاخانی علماء یہود کے نقش قدم پر

ساجد خان نقشبندی
www.RazaKhaniMazhab.com

(اس مضمون کی پہلی اور دوسری قسط سیف حق اور قہر حق نامی رسالوں میں شائع ہوئی ہے قارئین کے اصرار اور مضمون کی بے پناہ مقبولیت کی بناء پر اب اسے نور سنت میں قسط وار شائع کیا جا رہا ہے)

(تیسری قسط)

تحریف نمبر ۳۴:

نورالحسن شاہ بخاری بریلوی صاحب نے ایک کتاب ''الانسان فی القرآن'' کے نام سے لکھی۔اس کتاب کے متعلق بریلوی شرف ملت عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے کہ:

''آپ کی تصنیفِ جلیل الانسان فی القرآن تبحر علمی کا بہترین شاہکار ہے جس میں آپ نے مختلف موضوعات پر شرح صدر سے گفتگو فرمائی اور بعض اختلافی مسائل کو بڑے حکیمانہ انداز سے سلجھایا ہے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ

دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

(تذکرہ اکابر اہلسنت: ص۵۵۲۔نوری بک ڈپو لاہور)

نورالحسن شاہ صاحب اس کتاب میں ایک بریلوی پیر صاحب کا گدھی سے بدفعلی کا تفصیلی واقعہ بڑے ''حکیمانہ'' انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''حضرت غوث علی شاہ صاحب پانی پتی قدس سرہ نے فرمایا ہمارے پیرومرشد حضرت میر اعظم علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قصبہ مہم سے دہلی کو واپس آتے ہوئے اثنائے راہ میں ایک عجیب معاملہ پیش آیا دوپہر کے وقت ایک درخت کے سایہ میں گاڑی ٹھہرادی تاکہ ذرا آرام لیکر اور نماز پڑھ کر بعد فرو ہونے تمازت آفتاب کے آگے کو چلیں تھوڑی دیر بعد ایک فقیر صاحب وارد ہوئے ہم نے روٹی پانی کی تواضع کی۔کھا پی کر وہ بھی سو گئے اور ہم بھی جب آنکھ

کھلی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہماری گاڑی ایک سرائے میں کھڑی ہے بیل گھاس کھا رہے ہیں بھٹیاری کھانا پکا رہی ہے اور فقیر صاحب پڑے سوتے ہیں ہماری حالت سکتہ کی سی ہوگئی کہ الٰہی ! یہ کیسی سرائے اور یہ کونسا شہر ہے؟ اور ہم یہاں کیونکر پہنچے؟ بھٹیاری سے دریافت کیا کہ اس شہر کا نام کیا ہے؟ کہا کہ ''حیرت آفزا'' پوچھا کہ ارے نیک بخت! یہ سرائے کس کی ہے؟ کہا کہ ''انہی فقیر صاحب کی'' اور جتنے روز تم یہاں ٹھیرو گے سب خرچ بھی انہیں کے ذمہ ہے ۔آٹھ روز تک ہم اسی شہر میں رہے نہ اس کی ابتداء معلوم ہوئی نہ انتہاء۔حقیقت میں وہ شہر حیرت افزاء تھا آدمی وہاں کے نیک سیرت، پاکیزہ صورت، مرفع حال مکانات خوش قطع اور مصفا اشیاء رنگارنگ موجود بازار نہایت مکلّف اور پر بہار جدھر جاتے صورت تصویر بن جاتے جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھی اسلام کا زور وشور پایا ہر شخص کو یاد خدا میں مشغول دیکھا قال اللہ وقال الرسول کے سوا کچھ ذکر نہ تھا۔غرض آٹھویں رات کو جب ہم سوکر اٹھے تو گاڑی اسی درخت تلے کھڑی ہے اور وہی وقت ہے فقیر صاحب بھی سوتے ہیں ہم نماز پڑھ کر روانہ ہوئے فقیر صاحب بھی ہمارے ساتھ ہولئے رستہ میں جس شخص سے پوچھا وہی تاریخ وہی دن وہی مہینہ بتلایا ہم کو حیرت ہوئی کہ یہ آٹھ دن کہاں گئے آخر بہادر گڑھ پہنچے وہاں ایک مکان میں ٹھرے فقیر صاحب نے فرمایا بعد نماز عشآء ہماری روٹی اس مسجد میں لانا ہم روٹی لیکر مسجد

میں پہنچے تو دیکھا کہ میاں صاحب ایک گدھی سے مصروف ہیں میں نے منہ پھیرلیا پھر جو دیکھا تو نماز پڑھتے ہیں بعد فراغت کھانا کھایا باتیں کرنے لگے جب آدھی رات گئی تو فرمایا کہ شہر کے دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں جاؤ ہمارا لنگوٹ دھوآؤ میں نے کہا حضرت آدھی رات ادھر آدھی رات بھلا اس وقت کون کپڑے دھوتا ہوگا فرمایا کہ ذرا تم لے تو جاؤ میں چلا اور شہر کے دروازے سے باہر نکلا تو دیکھتا کیا ہوں کہ دو گھڑی دن چڑھا ہے اور دھوبی کپڑے دھو رہے ہیں۔ جب دروازے کے اندر آتا ہوں تو نصف شب معلوم ہوتی ہے اور جب باہر جاتا ہوں تو وہی دو گھڑی دن چڑھا ہوا نظر آتا ہے غرض دھوبیوں کے پاس پہنچے ایک دھوبی نے کہا لاؤ میاں صاحب کا لنگوٹ میں دھودوں اس نے دھویا اور صاف کیا دھوپ میں سوکھا کر

حوالہ کیا میاں صاحب کی خدمت میں لے آیا مجھ کو ان باتوں کا نہایت تعجب تھا۔ فرمایا کہ تعجب نہ کرو یہ بھان متی کا سانگ ہے۔ اور ایسی شعبدہ ہم بہت دکھلا سکتے ہیں۔ لیکن فقیری کچھ اور ہی چیز ہے ان باتوں کا خیال مت کرو صبح کے وقت ہم دہلی کو روانہ ہوئے اور وہ فقیر صاحب غائب ہو گئے جب ہم دہلی پہنچے تو مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ وہ شخص خضر وقت یا ابوالوقت تھا۔

(الانسان فی القرآن۔ص:۲۵۳ تا ۲۵۵۔ مطبوعہ ۱۳۷۲ھ بحسن سعی صاحبزادہ سید باقر علی شاہ صاحب حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ)

ہمیں اولیاء اللہ کا گستاخ کہنے والے غور فرمائیں کہ کسی ولی کی اس سے بڑی اور کیا توہین ہوگی کہ اس کے بارے میں اپنے جاہل عوام کو یہ عقیدہ دیا جائے کہ معاذ اللہ ہمارے پیر صاحب خضرِ وقت تھے کیونکہ وہ مسجد میں، اللہ کے گھر میں گدھی سے بدفعلی کر رہے تھے اور جب محسوس ہوا کہ مرید نے دیکھ لیا تو فوراً اسی جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے لگ گئے اور ایسے نجس کے رات تک اسی گندی لنگوٹ میں رہے اور رات کو لنگوٹ دھونے کیلئے دی۔ بے حیائی کی انتہاء ہے۔ پھر پیر صاحب جب دیکھتے ہیں کہ مرید اس حرکت کی وجہ سے کچھ پریشان ہے تو سمجھاتے ہیں کہ تم گھبراؤ مت مجھ پر شک مت کرو یہ سب تو شعبدہ بازیاں اور بھان متی کا کھیل تھا ایسے شعبدے تو ہم کئی دکھا سکتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رضا خانی پیروں کی اصلیت شعبدہ بازوں کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

کیونکہ اس گندی حکایت کو کئی علماء اہلسنت نے اپنی کتابوں اور تقریروں میں موضوع سخن بنایا لہذا بریلویوں نے اب جو "الانسان فی القرآن" کا جدید ایڈیشن شائع کیا تو اس میں وہی یہودیوں والی حرکت کرتے ہوئے اس پورے واقعہ کو حقیقت میں بھان متی کا کھیل سمجھتے ہوئے ہاتھ کا شعبدہ دکھا کر نکال دیا گیا ہے۔ چنانچہ نئے ایڈیشن

(الانسان فی القرآن:ص:۲۵۹۔ مطبوعہ دارالتبلیغ آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف ضلع گوجرانوالہ۔ سن اشاعت ۱۴۲۲ھ رمضان المبارک)

میں یہ واقعہ نہیں اور اسے نکال دیا گیا ہے۔ کتاب پر خط و کتابت کیلئے محمد شفیق نورانی بیرنگ

سٹور لاہور والے کا پتہ دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۷ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ کو ایک خط رجسٹری کے ذریعہ ہم نے نورانی صاحب کی طرف روانہ کیا اور اصل کتاب سے عبارت کی فوٹو کاپی روانہ کر کے اس تحریف پر وضاحت طلب کی اور ساتھ میں جواب کیلئے ایک جوابی لفافہ بمع رجسٹری ٹکٹ کے بھی ان کو بھیجا۔ جب جواب نہ آیا تو ہم نے آستانہ سے ان کا نمبر نکلوایا اور ان سے رابطہ کیا فون پر خط ملنے کی تصدیق کی اور کہا کہ میں نے جواب لکھ کر کسی لڑے کو دے دیا ہے وہ آپ کو بھجوا دے گا (جو تا حال یکم جمادی الثانی تک موصول نہیں ہوا) مگر یہ تحریف ہماری طرف سے نہیں ہوئی اور نہ میں نے یہ کتاب شائع کی بلکہ لاہور کے ایک بہت بڑے ہمارے مسلک کے عالم ہیں انہوں نے شائع کی ہے میرے پاس تو اصل کتاب بھی نہیں تھی اب کافی تگ و دو کے بعد اصل کتاب ملی جس میں واقعی آپ کا بتایا ہوا حوالہ موجود ہے ۔ جیسے ہی ان علامہ صاحب سے رابطہ ہوتا ہے میں ان کو آگاہ کرتا ہوں ہم نے ان سے کہا کہ آپ ان علامہ صاحب کا نمبر دے دیں ہم خود ہی ان سے رابطہ کر لیتے ہیں تو جواب دیا کہ میں آپ کو میسج میں بھیج دیتا ہوں ۔ مگر نمبر اب تک نہیں ملا۔ مگر جب ہم نے اس تحریف شدہ ایڈیشن کا ص ۱۹ کھولا تو نورانی صاحب کے جھوٹ پر ششدر رہ گئے اس لئے کہ اس صفحے پر انہوں نے صاف لفظوں میں اقرار کیا کہ یہ کتاب شائع کرنے کا حکم انہیں آستانے سے ملا تھا اور انہوں نے اپنی ذمہ داری میں اس کتاب کو شائع کیا اور کتاب کی اشاعت کا سارا کریڈٹ خود لیا۔ یہ ہے ان سجادہ نشینوں اور عاشقان کی دیانت وصداقت کا حال۔

تحریف نمبر ۳۵:

بریلوی امام المناظرین اور شاگردِ بریلوی غزالی عمر اچھروی، صوفی اللہ دتہ صاحب مدارک شریف کی ایک عبارت نقل کرتے ہیں کہ:

"(فلما جاء ال لوط المرسلون قال انکم قوم منکرون) ای لا اعرفکم ای لیس علیکم ذی السفر والا انتم من اهل الحضر فاخاف ان تطرقونی بشر (قالوا بل جئنک بما کانوا فیه یمترون)ای ما جئنک بما تنکرنا لاجله بل جئنک بما فیه

سرورک و تشفیک من اعدائک وھو العذاب".

اس کا ترجمہ صوفی صاحب یوں کرتے ہیں:

"جب فرشتے لوط علیہ السلام کے خاندان کے پاس آئے آپ نے کہا کہ تم نادیدہ لوگ ہو یعنی نہ تم مسافر ہو اور نہ ہی اہل قریہ ہو تو میں ڈرتا ہوں کہ تم مجھے کسی مصیبت میں نہ ڈال دو فرشتوں نے کہا بلکہ ہم تو وہ چیز لیکر آئے ہیں جن میں تمہاری قوم شک کرتی ہے یعنی ہمارا آنا اس لئے نہیں جسکی وجہ سے آپ ہمارے آنے کا ناپسند فرمارہے ہیں بلکہ ہم تو ایک ایسے کام کیلئے آئے ہیں جس میں آپ کی اپنے دشمنوں کی طرف سے خوشی اور تشفی ہے وہ عذاب ہے"۔

(تنویر الخواطر تحقیق الحاضر والناظر: ص۴۱:۴۲۔ ادارہ اشاعت العلوم وسن پورہ لاہور پاکستان۔ اشاعت سوم ۲۰۰۰)

ملاحظہ فرمائیں اصل عربی عبارت میں "**لا اعرفکم**" صراحۃً لکھا ہوا تھا جس کا ترجمہ بنتا ہے کہ میں "تمہیں نہیں جانتا" چونکہ یہ جملہ صوفی صاحب کے خودساختہ عقیدہ کہ انبیاء ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور علم غیب جانتے ہیں کی صراحۃً نفی کر رہا ہے اس لئے انہوں نے اپنے پیشواؤں علماء یہود کے رستے پر چلتے ہوئے اس عبارت کا ترجمہ ہی نہیں کیا۔

تحریف نمبر ۳۶:

بریلوی مولوی عبدالرشید سمندری صاحب پر ایک اعتراض ہوا کہ اگر رسول پاک ﷺ حاضر ناظر ہیں تو تم ان کی موجودگی میں مصلے پر کھڑے ہوکر نماز کیوں پڑھتے ہو؟ سمندری صاحب سے جب اس اعتراض کا کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو تحریفِ حدیث پر کس طرح کمربستہ ہوگئے ملاحظہ فرمائیں:

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے تمام صحابہ علیہم الرضوان کی موجودگی میں ارشاد فرمایا:

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ

ابوبکر(ا) سے کہہ دو کہ وہ میری موجودگی میں مصلے پر کھڑے ہو

کر نماز پڑھائیں''

(رشد الایمان: ص ۹۲۔ مطبوعہ مکتبہ رضویہ سمندری فیصل آباد، جنوری ۲۰۰۰ء)

اصل عربی عبارت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کا ترجمہ ''میری موجودگی'' اور ''مصلے پر کھڑے ہوکر'' بنتا ہو محض اعتراض سے بچنے کیلئے سمندری صاحب نے حدیث رسول ﷺ پر یہ جھوٹ بولا پھر مشکوۃ کا پڑھنے والا عام طالب بھی اندازہ لگا سکتا ہے کہ ''تمام صحابہ علیہم الرضوان کی موجودگی میں ارشاد فرمایا'' سمندری صاحب نے یہاں بھی کتنی غلط بیانی سے کام لیا۔

(جاری ہے)

نوٹ: الحمد للہ فقیر کے مضمون کی اشاعت کے بعد ''معدن کرم'' غیر تحریف شدہ ایڈیشن کے بعد اب دعوت اسلامی والوں نے بھی ملفوظات کا ایک اور ایڈیشن شائع کر دیا ہے اور سابقہ تحریفات کو ''غلطی'' قرار دیکر ہضم کرنے کی کوشش کی مگر اس تحریف شدہ ایڈیشن میں تحریفات ختم کرنے کے بجائے مزید تحریفات کر دیں اور دلچسپ بات یہ کہ جن حوالوں کو فقیر نے اپنے مضمون میں ذکر کیا تھا اسے تو ٹھیک کر دیا باقی تحریف شدہ عبارتوں کو مس بھی نہیں کیا گیا وقت ملنے پر انشاء اللہ اس تحریف در تحریف شدہ ایڈیشن پر بھی تفصیلی تبصرہ آئے گا۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۲) اعلیٰ حضرت کی اس تحریر سے انکی پیٹ کی فکر اور دماغی سوچ کا اندازہ لگائیں۔
خلیل احمد رانا صاحب!! آپ کا یہ کہنا کہ اعلیٰ حضرت کی وہ وصیت غربا کے لئے تھی یہ محض تمہارا اپنی کتب سے جہالت کو واضح کرتا ہے ورنہ دلائل و براھین سب اعلیٰ حضرت کے کھانے کو ذکر کرتے ہیں۔ اگر اس پر تمہیں مزید اصرار رہا تو پھر ہم اس نکتہ کو بھی کھولیں گے کہ اگر بریلوی اعلیٰ حضرت کیلئے یہ وصیت نہیں مانتے بلکہ دوسروں کے لئے مانتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے۔؟؟ (جاری ہے)

کوٹ مٹھن بیت اللہ اور بریلوی پیر باطن میں اللہ (معاذ اللہ)

چاچڑ وانگ مدینہ جاتم تے کوٹ مٹھن بیت اللہ   رنگ بنا بے رنگی آیا کتیم روپ تجلی
ظاہر دے وچہ مرشد ہادی باطن دے وچہ اللہ   نازک نکھڑا پیر پیر فرید اسانوں ڈسدا اے وجہ اللہ

(حج فقیر بر آستانہ پیر: ص: ۴۵)

قبر پر اذان بدعت ہے

اذان کی تاریخ۔۔۔۔چند اصول وکلیات

مولانا صادق علی بستوی صاحب

جہاں مختلف قسم کی بدعات مسلمانوں کا اصل دین واسلام بنی ہوئی ہیں، وہیں اذان علی القبر کا بھی اس وقت کچھ رواج سا ہوتا جارہا ہے، یہ چیز اب تک صرف چند جگہوں پر تھی، مگر اس وقت ایک طبقہ اسلام کی ایک اہم خدمت اور تبلیغ تصور کرتے ہوئے اس بدعت کی اشاعت پر مستعد ہے اس لئے میں آج کی صحبت میں اسی موضوع پر ناظرین سے ہمکلام ہورہا ہوں۔ بنابریں چاہتا ہوں کہ اذان کی اصل حقیقت اور اس کی تاریخ ابتدا پر مختصراً بحث کروں تاکہ اذان کا محل و مورد خود بخود متعین ہوجائے اور یہ بھی واضح ہوجائے کہ شارع کے معین کردہ محال وموارد سے ہٹ کر اذان کا استعمال دین میں تعدی اور ظلم ہے اور شرعاً غیر مشروع اور بدعت ہے۔

اذان کے لغوی معنی:

اذان، اذن سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں کان لگا کر سننا، لغۃً اذان اعلام کے معنی میں آتا ہے، اذان کے یہ معنی قرآن پاک میں " واذان من اللہ ورسولہ " کے اندر بھی ملحوظ ہے۔

الا ذان لغۃً الاعلام قال اللہ تعالیٰ و اذان من اللہ ورسولہ ، و استقاقہ من الاذان بفتحتین وھو الاستماع

(فتح الباری ج ۱۱ص ۶۱)

اذان کے شرعی معنی:

شرع میں چند مخصوص الفاظ کے ذریعہ نماز کے وقت کی خبر دینے کو اذان کہا جاتا ہے۔

" وشرعاً الاعلام بوقت الصلوٰۃ بالفاظ مخصوصۃ "۔

(فتح الباری ج ۲ص ۶۱)

اذان کا مقصد:

اذان کا واحد مقصد نماز کے دخول وقت کا اعلان لوگوں کو جماعت کے لئے بلانا اورشعائرِ اسلام کا اظہار ہے۔

"ویحصل من الاذان الا علام بدخول الوقت و الدعاء والی الجماعة واظهار شعائر الاسلام". (فتح الباری ج۲ ص۶۱)

اذان کے الفاظ عقائد پر مشتمل ہیں

اذان میں تکبیر کے کلمات اللہ کے وجود وکمال پر دلیل ہیں، اس کی توحید کی شہادت اور تشریک کی نفی ہے، پھر رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی شہادت اور اس کا اثبات ہے، پھر ان شہاداتِ توحید ورسالت کے بعد لوگوں کو ایک مخصوص اطاعت کی طرف بلانا ہے، اس کے بعد فلاح یعنی بقاء دائم کی دعوت ہے اور معاد کی طرف اشارہ، پھر دوبار تکبیر وتوحید کے کلمات کے ذریعہ ماقبل کی مزید تاکید مقصود ہے۔

"قال القرطبی وغیره الاذان علی قلة الفاظه مشتمل علی مسائل العقیده لانه بدء بالله الاکبریة ،وهی تتضمن وجود الله وکماله ثم ثنی باالتوحید ونفی الشرک ثم باثبات رسالة محمد ﷺ ثم دعا الی الطاعة المخصوصة عقب الشهادة بالرسالة لانهالاتعرف الامن جهة الرسول ثم دعا الی الفلاح وهو البقاء الدائم و فیه الاشارة الی المعاد ثم اعاده وما اعاد توکیداً". (فتح الباری ج۲ ص۶۱)

اذان میں فعل پر قول کو ترجیح:

چونکہ ہر شخص کے لئے ہر زمان ومکان میں قول ہی زیادہ آسان وسہل تر رہا ہے اور ہے، اس لئے اذان میں قول کو کسی خاص فعل پر ترجیح دی گئی اور یہ ترجیح منجانب اللہ تھی۔

"والحکمة فی اختیار القول له دون الفعل سهولة القول وتیسرة لکل احدفی زمان و مکان". (فتح الباری ج ۲ ص۶۱)

اذان کی تاریخ ابتداء:

ہجرت سے قبل جب تک سرکار دو عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں مقیم رہے، نماز بلا اذان ہی ہوتی رہی، کفار کے وحشیانہ مظالم کے باعث تمام مسلمانوں کا ہر شبانہ روز پانچ پانچ مرتبہ جمع ہونا بھی مشکل و ناممکن تھا، ہجرت کے بعد ان مظالم سے نجات ملی مگر ہنوز نماز کے لئے جمع کرنے کا کوئی طریقہ مقرر نہیں ہوا تھا محض اٹکل اور گمان سے وقت کا اندازہ کر کے حضرات صحابہؓ مسجد میں جمع ہو جاتے، پھر جب اس طرح جمع ہونے میں زحمت پیش آنے لگی تو اس کے متعلق باہم مشورہ ہوا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے جس سے لوگ بآسانی جماعت کے وقت مسجد میں حاضر ہوسکیں اور ہر ایک کو ٹھیک وقت کا علم ہو جایا کرے، حضرات صحابہؓ نے مختلف تجویزیں پیش کیں، کسی نے کہا بلندی پر آگ روشن کردی جائے، کسی نے کہا ناقوس بجادیا جایا کرے، کسی نے یہودیوں کے باجے، (قرن) کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اولا تبعثون رجلا ینادی بالصلوٰۃ (بخاری) کیوں ایک ایسا آدمی نہ مقرر کردیا جائے جو نماز کے لئے (ہر وقت) اعلان کردیا کرے۔

یعنی ایک شخص بوقت نماز بہ آواز بلند محلہ محلہ، گلی گلی پھر کر نماز کا اعلان کردیا کرے آنحضور ﷺ کو یہ رائے پسند آئی اور حضرت بلالؓ اس خدمت پر مامور ہو گئے وہ پانچوں وقت مدینہ طیبہ کی گلیوں اور راستوں میں الصلوٰۃ جامعۃ (نماز تیار ہے) پکارتے پھرا کرتے (طبقات ابن سعد) مگر کچھ دنوں بعد اس تدبیر کے غیر مفید ہونے کی وجہ سے دوبارہ مشورہ کی ضرورت محسوس ہوئی، پھر مختلف باتیں پیش ہوئیں اور یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادتی باجوں اور آگ روشن کرنے کا ذکر آیا۔ آں حضور ﷺ نے آگ روشن کرنے والی تجویز کو مجوس کی مشابہت کی بنا پر رد فرمادیا، یہود کی مشابہت بھی آپ ﷺ کو ناگوار تھی اور عیسائیوں کی بھی لیکن فی الحال اسی کو اختیار کر لینے کا خیال ہوگیا آپ ﷺ نے ناقوس مہیا کرنے کے لئے ارشاد فرمایا، یہ مجلس رات میں بعد از عشاء منعقد ہوتی تھی، اہل محفل میں سے ایک انصاری صحابی عبداللہؓ بن عبد بھی تھے، وہ مجلس مشورہ سے واپس آکر جب سونے کیلئے لیٹے تو ابھی پوری طرح نیند بھی نہ آئی تھی اور بیداری و خواب کی درمیانی حالت تھی کہ انہیں اذان کا

مکاشفہ ہوا، انہوں نے دیکھا کہ ایک سبز پوش خوبصورت انسان ہاتھ میں ناقوس لئے جارہا ہے۔ عبداللہ نے اس سے دریافت کیا۔۔۔کیا تم یہ ناقوس فروخت کرو گے، اس شخص نے کہا، کیوں تم اسکی کیا حاجت پیش آئی۔انہوں نے کہا ہم سے خریدنا چاہتے ہیں تا کہ نماز کے وقت سے بجا کر لوگوں کو جماعت کے لئے اکٹھا کر سکیں، اس شخص نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر طریقہ نہ بتادوں، عبداللہ نے ہمہ تن شوق ہو کر عرض کیا، ضرور بتاؤ، اس وقت اس شخص نے اذان کی تلقین کی اس کے بعد تکبیر کی بھی اور غائب ہو گیا اتنے میں حضرت عبداللہؓ کی آنکھ کھل گئی، صبح صادق کے وقت وہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور اس مکاشفہ کا ذکر فرمایا، حضور ﷺ نے فرمایا، یہ خواب سچا ہے اور اللہ کی طرف سے القاء ہے، چونکہ حضرت بلالؓ بلند آواز تھے، اس لئے آپ نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ تم بلال کو ان کلمات کی تلقین کرتے رہو اور حضرت بلال کو حکم فرمایا کہ وہ باآواز بلند اذان کہیں۔جوں ہی گل بانگ بلال بلند ہوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھل گئی اور اتفاق یہ کہ حضرت عمرؓ نے بھی اسی رات بعینہ یہی خواب دیکھا تھا بلکہ تقریباً تین ماہ بیشتر بھی وہ یہ خواب دیکھ چکے تھے، لیکن انہوں نے شاید کسی وجہ سے اس کو ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا، یا یہ خواب ہی ذہن سے ذہول کر گیا۔ اب دوبارہ جب پھر وہی خواب دیکھا اور ادھر کلمات حضرت بلالؓ سامعہ نواز ہوئے تو لپکے ہوئے مسجد میں پہنچے اور حضرت سے عرض کیا کہ بعینہ یہی کلمات مجھے خواب میں ایک شخص نے آج ہی تلقین کئے ہیں اور تین ماہ بیشتر بھی اسی قسم کا خواب دیکھ چکا تھا، آپ نے فرمایا اللہ کی طرف سے فرشتے نے تمہاری مشکل کا حل پیش کیا ہے۔

اسی واقعہ کو فتح الباری نے مختصراً اس طرح نقل کیا ہے۔

قد اخرج ابوداؤد بسند صحیح الی ابی عمر بن انس عن عمومته من الانصار قالوا اهتم النبی ﷺ للصلوٰة کیف یجمع الناس لها فقال انصب رایة عند حضور وقت الصلوٰة فاذا روها اذن بعضهم بعضا... وفیه ذکر والقنع بضم القاف و سکون النون یعنی البوق و ذکروا الناقوس فاذا انصرف عبد الله بن عبد ربه وهو مهتم فاری الاذان فغدا

علی رسول اللہ ﷺ قال و کان عمر راہ قبل ذالک فکتمہ عشرین یوماً ثم اخبر بہ النبی ﷺ فقال مانعک ان لا تخبرنا قال سبقنی عبداللہ فاستحییت فقال رسول اللہ ﷺ یا بلال قم فانظر. (فتح الباری ج۲ ص۶۴)

علاوہ ازیں جناب نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی اس سے آٹھ روز قبل ہی یہ کلمات معلوم ہو چکے تھے، اس لئے اذان کی بنیاد صرف خواب پر نہیں بلکہ وحی پر ہے۔

"حکی الداؤدی عن ابن اسحٰق ان جبریل اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالاذان قبل ان یخبرہ عبد اللہ و عمر بثمانیۃ ایام". (فتح الباری ج۲ ص۶۴)

یہ ہے آغاز اذان کا واقعہ اور اس سلسلہ میں تمام وارد شدہ احادیث صحیحہ وحسنہ کا عطر و خلاصہ۔

تنبیہات:

اب مناسب ہے کہ اس مقام پر ذیل کے چند نمبروں پر بھی نظر ڈال لی جائے۔

۱۔ یہ خیال درست نہ ہوگا کہ اذان کی بناء محض عبداللہ بن عبد ربہ کے خواب پر تھی درحقیقت اس کا مبنٰی آپ ﷺ ہی کی تصدیق اور آپ ہی کا ارشاد ہے، اگر آپ اس مکاشفہ کو القاء اور منجانب اللہ حکم قرار نہ دیتے تو ظاہر ہے اس کی کوئی شرعی حیثیت نہ تھی، اصل بات یہ ہوئی کہ حضرت عبداللہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو ادھر خواب میں اذان کی تلقین کی گئی ادھر وحی الٰہی نے آں حضور ﷺ کو بھی اس سے مطلع فرمایا۔

۲۔ کچھ لوگوں نے اذان کو اولیات فاروقی میں شمار کیا ہے۔ غالباً یہ غلط فہمی سب سے پہلے علامہ شبلی نعمانی کو ہوئی۔ شبلی نے سیرت النبی میں لکھا ہے کہ اذان حضرت عمرؓ کے مشورہ پر شروع ہوئی، پھر سیرت النبی ہی سے اردو کے دوسرے مصنفین نے یہ مضمون لے لیا اور اس باب میں وارد شدہ احدیث کو بغیر پڑھے اور بلا سوچے سمجھے محض تقلیداً اپنی کتابوں میں نقل کر دیا۔ علامہ شبلی نے صحیح بخاری کی حدیث کا غلط مطلب سمجھا ہے، اس حدیث میں "ینادی" اذان معروف کے معنی میں نہیں ہے، بلکہ یہاں اس کا محض معنوی مفہوم مراد ہے

یعنی اعلام واعلام، جیسا کہ ہم طبقات ابن سعد کے حوالے سے بیان کر آئے ہیں۔ دراصل بخاری کی یہ حدیث مختصر ہے، اور اگر اس کا وہ مطلب سمجھا جائے جو علامہ شبلی نے سمجھا ہے تو ماننا پڑے گا کہ اذان کے مصنف حضرت عمرؓ ہیں، حالانکہ شروع سے لے کر اب تک تمام امت اس بات پر متفق العقیدہ رہی ہے کہ کلمات اذان توقیفی ہیں اور قیاس کو اس میں دخل نہیں اور نہ ہوسکتا ہے۔

۳۔ اس سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اذان سے مقصود نماز کے لیے اہل ایمان کو پکارنا ہے، اسی غرض کے ماتحت اس کی وضع ہوئی۔

۴۔ اذان بالاجماع اسلام کے شعائر میں سے ایک شعار ہے، علماء کا اس پر اتفاق رہا ہے کہ اگر کسی بستی کے مسلمان اذان کہنی بند کردیں تو ان سے جہاد کرنا واجب ہے۔

(کتاب الآثار للامام محمد، فتح القدیر)

۵۔ اذان کی مشروعیت کے تقریباً نو برس بعد وفات نبوی ﷺ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا ہے۔ اس دوران میں آنحضور وصحابہ کرامؓ کو مختلف قسم کی پریشانیوں اور الجھنوں سے دوچار ہونا پڑا۔ غزوات وحروب، تبلیغی واصلاحی مہمات قلت معاش وکفاف وغیرہ وغیرہ۔ حضور یا کسی صحابی نے نہ کسی لڑائی میں اعلان نماز کے علاوہ اذان کی نہ کسی بیماری میں اور نہ کسی پریشانی میں اگر اذان کا استعمال اس خاص موضوع ومحل کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے جائز اور مستحسن ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ آنحضور ﷺ اس کی تعلیم سے سکوت فرماتے یا صحابہ کرامؓ اس سے غافل رہ جاتے، صرف ایک جگہ اعلان نماز کے علاوہ اس کا حکم آپ نے فرمایا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نوزائیدہ بچے کے داہنے کان میں اذان، اور بائیں کان میں تکبیر کہی جائے۔ بلاشبہ اگر حضور کا ارشاد اس کے متعلق نہ ہوتا اور حدیث میں اس کی تصریح نہ ہوتی تو بچے کے کان میں بھی اذان کہنی جائز نہ ہوتی۔ اس سے ثابت ہوا کہ شریعت محمدیہ میں اذان کے صرف دو محل ہیں۔ ایک نماز پنجگانہ اور جمعہ کے لئے اعلان، دوم بچے کے کان میں ان دو مقامات کے علاوہ کسی تیسرے مقام پر اذان کہنی جائز نہیں، اس لئے کہ اس میں رائے اور قیاس کا قطعاً دخل نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شورہ پشت ہم سے یہ مطالبہ کرے کہ ان دو مقاموں کے علاوہ کسی تیسرے مقام پر اذان کی صریح ممانعت بھی تو نہیں ہے اور صریح ممانعت کا نہ

ہونا جواز کی دلیل ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی پاگل ہندوستان میں کوئی چوکور، مربع گھر تعمیر کرا کے احرام باندھ کر وہاں طواف اور سعی کرے اور لبیک لبیک کی صدا لگا تا رہے اور جب اس کو اس حرکت سے روکا جائے تو کہے بتاؤ، قرآن کی کس آیت میں اور کس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ ہندوستان میں خانہ کعبہ کے نام سے گھر تعمیر نہ کرو اور کعبہ کے علاوہ کسی اور گھر کا طواف نہ کرو اور حجر اسود کے علاوہ کسی اور حجر کا ستلام نہ کرو۔ جب یہ سب کچھ نہیں ہے تو لا محالہ یہ تمام باتیں جائز ہیں۔ ہم قائلین اذان علی القبر سے پوچھتے ہیں کہ کیا آپ میں سے کوئی بھی اس قسم کا فتوی دینے کے لئے تیار ہے؟ اگر دے تو فیصلہ ہی ہو گیا، پھر کسی مسلمان سے الجھنے کی ضرورت نہیں (لکم دینکم ولی دین) اور اگر نہیں جیسا کہ مجھے توقع ہی نہیں بلکہ یقین بھی ہے تو اس باطل استدلال کا کیا جواب ہوسکتا ہے؟ یہی کہ سعی وطواف وغیر وغیرہ امور توقیفیہ ہیں، اللہ اور اس کے رسول نے جو عبادت جس محل کے لئے مقرر کردی ہے اس سے تجاوز جائز نہیں ہے۔ ٹھیک اسی طرح اذان کے لئے بھی اللہ اور اس کے رسول نے جو عبادت جس محل کے لئے مقرر کردی ہے اس سے تجاوز جائز نہیں ہے، ٹھیک اسی طرح اذان کے لئے بھی اللہ اور اس کے رسول نے صرف دو محل مقرر کیے ہیں ان دو کے علاوہ کسی تیسرے محل میں محض اپنی رائے اور قیاس سے اس کا استعمال شرعاً ناجائز اور بدعت ہے اور نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق۔

خواہ یہ حماقت کتنی ہی نیک نیتی سے کی جائے۔ اگر کوئی شخص بزعم خود اللہ اور اسکے رسول کی محبت کے جوش میں اگر یہ سمجھنے لگے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقرب خداوندی کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کے حلقوم پر چھری رکھ دی تھی، حالانکہ وہ نبی تھے ان کی بہ نسبت ہمیں تقرب خداوندی کی زیادہ احتیاج ہے اس لئے مجھے بدرجہ اولیٰ اپنے بیٹے کو خدا کی راہ میں یا خدا کے نام پر اپنے ہاتھوں ذبح کردینا چاہیے کیونکہ قرآن وحدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ حضرت ابراہیم کے علاوہ اور کوئی تقرب خداوندی کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح نہ کرے۔ تو جس طرح یہ حماقت بہت بڑے گناہ کا باعث اور خوشنودی کے بجائے غضب الٰہی کو مول لینے کی موجب ہے بالکل اسی طرح اذان کو بھی محض اپنی رائے سے غیر محل منصوص میں استعمال کرنا مذموم اور غضب خداوندی کا موجب ہوگا۔

امر مسکوت عنہ کی اباحت کا مسئلہ

اس مسئلہ سے متعلق جو روایت ہے اس کے سمجھنے میں کچھ حضرات کو دھوکہ لگا ہے، اس روایت کے پیش نظر انہوں نے بہت سی بدعتیں ایجاد کر رکھی ہیں، ان میں سے ایک اذان علی القبر بھی ہے، اس لئے میں اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کی مختصراً تشریح اور اس کا اصل مفہوم سمجھانا چاہتا ہوں۔ حدیث ملاحظہ ہو۔

الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ماحرم الله فی کتابه وما سکت عنه فهو مما عفاعنه . (ترمذی، ابن ماجہ، والحاکم من حدیث سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ)

بلاشبہ قرآن وحدیث میں جزئیات احکام کا استقصار نہیں کیا گیا بلکہ اکثر قواعد و اصول کلیہ بیان فرمادیے گئے ہیں مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ہر ہر جزئی واقعہ کو جس سے اسے اپنی زندگی میں سابقہ پڑے انہیں اصول منصوصہ پر پیش کر کے دیکھے، اگر وہ جزئی اصول محرمہ کے تحت آتی ہو تو حرام ہے جیسے افیون تاڑی، گانجہ، بھنگ، چرس کا پینا ظاہر ہے کہ ان چیزوں کی قرآن وحدیث میں تصریح نہیں ہے۔ لیکن یہ تمام چیزیں "**کل مسکر حرام**" کے تحت مندرج ہیں لہٰذا یہ کہنا غلط ہوگا کہ ان چیزوں کی ممانعت نص میں صراحۃً نہیں ہے، اس لئے مباح ہیں بلکہ اصول محرمہ کے تحت مندرج ہونے کی وجہ سے یقیناً حرام ہی ہیں، اوران کو مذکور فی النص ہی کہا جائے گا نہ کہ مسکوت عنہ، یا مثلاً کملا، شیلا، ستیا وغیرہم عورتیں جو اسلام نہیں لائی ہیں تو ان سے مسلمان کا نکاح حرام ہے حالانکہ عبارۃً قرآن وحدیث میں ان کا نام مذکور نہیں کہ فلاں فلاں عورتوں سے نکاح مت کرو، بلکہ ایک قاعدہ کلیہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔ "**لاتنکحوا المشرکات حتی یومن**" چونکہ یہ عورتیں اس قاعدہ کے تحت مندرج ہیں، اس لئے کہا جائے گا کہ ان سے نکاح کی حرمت منصوصہ ہے نہ کہ مسکوت عنہا، اور اگر وہ جزئی اصول محللہ کے تحت آتی ہو تو وہ حلال ہے جیسے چاول، مٹر کیلا چائے بسکٹ، کیک پان، بادام وغیرہا۔ ان کی قرآن وحدیث میں عبارۃً حلال ہونے کی تصریح نہیں ہے لیکن چونکہ قاعدہ کلیہ "**کلوا من طیبت مارزقنکم**" کے تحت مندرج ہیں، اس لئے کہا جائے گا کہ ان کی حلت منصوصہ ہے نہ کہ مسکوت عنہا۔ اور جو چیزیں ان دونوں اصولوں

کے تحت نہیں آتیں وہ مباح ہیں، جیسے ریل موٹر ہوائی جہاز وغیرہا سے سفر۔ اس قسم کی ہزاروں چیزیں ہیں جو مسکوت عنہ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ قبر پر اذان دینا بھی کیا امر مسکوت عنہ ہے جس سے اس کا مباح ہونا مفہوم ہو جیسا کہ بدعتی حضرات کا خیال رہا ہے۔ دلائل ناطقہ اسی طرف غماز ہیں کہ اذان علی القبر مسکوت عنہ کے حکم میں نہیں ہے۔ کیونکہ کلمات اذان توقیفی ہیں، اس میں شریعت کے معین کردہ محل سے تجاوز ناروا اور بدعت ہوگا اور حضور ؐ کا ارشاد ہے "من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد " اذان علی القبر اسی اصول کلی کے تحت مندرج ہے، اس لئے یہ حرام اور واجب الرد ہے۔ اسے مسکوت عنہ سمجھنا قصور علم، کوتاہی نظر، دجل وفریب اور تلبیس کی صریح دلیل ہے۔

اس مختصر مگر جامع تشریح کے بعد ہر انصاف پسند وحق جواذان علی القبر کی بے بنیاد وبے اصل بدعت کا بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت کا جائزہ

قسط ہفتم

محقق اسلام حضرت مولانا نجیب اللہ عمر صاحب

۳۵......لفظ کلاھما کا اضافہ:

صحیح حدیث میں فرمایا:

الراشي والمرتشي كلاهما في النار رشوت دینے والا اور لینے والا دونوں جہنمی ہیں۔
(ملفوظات احمد رضا۔ ص ۵۶ حصہ اول۔ سن اشاعت ۲۰۰۰ نوری کتب خانہ لاہور)

اصل الفاظ یوں ہیں:

الراشي والمرتشي في النار رشوت لینے والا اور دینے والا جہنمی ہیں۔
(مجمع الزوائد کتاب الاحکام باب فی الرشاء حدیث: ۷۰۲۷ ج ۴ ص ۳۵۹ دار الفکر بیروت)

۳۶......حدیث میں اپنی طرف سے فاخبروہ کا اضافہ کر دیا:

عرض: داڑھی چڑھانا کیسا ہے؟

ارشاد: حدیث میں ہے من عقد لحيته فاخبروه ان محمدا صلى الله عليه وسلم منه بریٔ، جو شخص داڑھی باندھے اسے خبر دے دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیزار ہیں۔ (ملفوظات حصہ دوم: ۲۶۱۔ نوری کتب خانہ لاہور)

احمد رضا خان سے یہی سوال و جواب ملفوظات حصہ سوم میں بھی مذکور ہے وہاں احمد رضا خان نے اس طرح جواب دیا ہے۔

ارشاد: نسائی شریف میں ہے: من عقد لحيته فاخبروه ان محمد صلى الله عليه وسلم بریٔ منه الخ (ملفوظات: حصہ سوم ص ۲۶۱، نوری کتب خانہ لاہور)

حدیث کے اصل لفظ:

جب کہ نسائی شریف میں یہی روایت ان لفظوں کے ساتھ منقول ہے:

من عقد لحيته ان محمدا صلى الله عليه وسلم منه بریٔ

(سنن نسائی۔ کتاب الزینۃ۔ باب عقد اللحیۃ ج ۸ ص ۱۳۶۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

غلطیاں: حصہ دوم وسوم کے ان دونوں حوالوں میں احمد رضا نے حدیث میں " فاخبروہ" کے لفظ کا اضافہ کیا ہے اور حصہ سوم میں "منہ بریٔ" کو بریٔ منہ" سے تبدیل کر دیا۔ اور ترجمہ میں بھی یہ اضافہ موجود ہے۔

۳۷.....تبدیلی اور اضافہ کا ایک نمونہ:

احمد رضا سود سے متعلق روایات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

دوسری حدیث صحیح میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الربوا ثلاثة وسبعون حوبا ایسرهن ان یقع الرجل علی امه

سود ۷۳ گناہ کے برابر ہے۔ جن میں سب سے ہلکا یہ کہ آدمی اپنی ماں سے زنا کرے۔

(ملفوظات حصہ دوم ص ۲۱۲ و ۲۱۳۔ نوری کتب خانہ لاہور)

حدیث کے اصل الفاظ:

حالاں کہ حدیث کے اصل الفاظ اس طرح ہیں:

الربو ثلاثة وسبعون بابا ایسرها مثل ان ینکح الرجل امة (عن ابن مسعود)

(کنز العمال۔ کتاب البیوع قسم الاقوال حدیث ج ۴ ص ۴۳، حدیث: ۹۷۵۰۔ دار الکتب العلمیہ بیروت)

غلطیوں کی نشاندھی:

اس روایت میں احمد رضا نے "بـاباً" کے لفظ کو حوباً سے، **ایسرها** کو **ایسرهن** سے اور **ینکح** کو **یقع** سے تبدیل کر دیا۔ اور آخر میں علی کے لفظ کا بھی اضافہ کر دیا۔ اور ترجمہ بھی اپنی نقل کردہ حدیث کا کیا ہے۔ احمد رضا کے نقل کردہ الفاظ حدیث کنزل العمال کے کسی جلد کے کسی صفحے پر نہیں ہیں۔

نقل حدیث میں کئی غلطیاں:

احمد رضا خان ایک روایت اس طرح لکھتے ہیں:

ایک صاحب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے ہاتھ میں پیتل کی انگوٹھی تھی ارشاد فرمایا:

"مالی اریٰ فی یدک حلیة الاصنام ۔کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھوں میں بتوں کا زیور دیکھتا ہوں۔انہوں نے اتار کر پھینک دی دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے۔ارشاد فرمایا: ما اریٰ فی یدک حلیة اھل النار ۔کیا ہوا کہ میں تمہارے ہاتھ میں دوزخیوں کا زیور دیکھتا ہوں۔

انھوں نے اتار کر پھینک دی اور عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں۔ارشاد فرمایا:اتخذوہ من الورق ولا تتمه مثقالا . چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال (یعنی ساڑھے چار ماشے) پوری نہ کرو۔

(ملفوظات حصہ سوم:ص ۲۲۴ و ۲۲۵۔نوری کتب خانہ لاہور)

اصل حدیث:

یہ روایت ابوداؤد جلد دوم ص ۲۲۸۔مکتبہ رحمانیہ لاہور۔حدیث نمبر ۴۲۲۳) میں ہے۔

نقل حدیث میں غلطیاں:

اور اس جگہ احمد رضا نے نقل حدیث میں بہت سی غلطیاں کی ہیں:

پہلی مرتبہ جب وہ شخص پیتل کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛مالی اجد منک ریح الاصنام .

اور دوبارہ جب وہی شخص لوہے کی انگوٹھی پہن کر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :مالی اری علیک حلیة اھل النار .

اور پھر اس شخص کے پوچھنے پر (کہ کس چیز کی انگوٹھی بناؤں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اتخذہ من ورق .

احمد رضا نے حدیث کے پہلے جملہ میں لفظ "علیک" کو ہٹا کر اپنی طرف "یدک" کا لفظ بڑھا دیا۔

اور "ریح الاصنام" (بتوں کی بو) کی جگہ "حلیۃ الاصنام" (بتوں کا زیور) لکھ دیا۔

اور حدیث کے دوسرے جملہ میں بھی لفظ "علیک" کو "یدک" سے تبدیل کر دیا اور "ورق" (نکرہ) کو معرف بالام کر کے لکھ دیا۔جو احمد رضا کی حدیث سے ناواقفیت یا حافظہ کی کمی کا واضح ثبوت ہے۔

اور احمد رضا کی اس غلطی کو بھی ناشر یا کاتب کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ احمد رضا خان نے ان کے ترجمہ بھی ویسا ہی کیے جیسے الفاظ نقل کیے ہیں۔

لٰہذا یہ غلطیاں احمد رضا کی ہیں۔

۳۸......زیادتی اور تبدیلی کا جرم ایک بار پھر:

عرض: اللہ صاحب، کہنا کیسا ہے؟

ارشاد: جائز، حدیث میں ہے **اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی المال والاھل والد**۔ (ملفوظات: حصہ سوم ص ۲۲۵۔نوری کتب خانہ لاہور)

اصل حدیث کے الفاظ:

لیکن حدیث کے اصل الفاظ اس طرح ہیں۔

اللھم انت الصاحب فی السفر والخلیفۃ فی الاھل والمال

(سنن ابی داؤد کتاب الجھاد۔باب مایقول اذا سافر۔جلد اول ص ۳۷۳۔مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حدیث نقل کرنے میں غلطیاں:

ملفوظات کی نقل کردہ حدیث میں احمد رضا نے ''الولد'' کا لفظ زائد نقل کیا ہے جو کہ اصل حدیث میں موجود نہیں ہے اور" **والخلیفۃ فی الاھل والمال**"کو خان صاحب نے ''والخلیفۃ فی المال والاھل'' سے بدل دیا جو احمد رضا کے قوت حافظہ کی عمدہ دلیل ہے۔

۳۹......حدیث معراج میں تبدیلی:

شب معراج حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ کوئی شخص رب عزوجل کے حضور بلند آواز سے کلام کررہا ہے۔

ارشاد فرمایا: اے جبریل یہ کون شخص ہیں:

عرض کی موسیٰ ہیں فرمایا کیا اپنے رب پر تیزی کرتے ہیں عرض کیا **قد عرف ربہ حدتہ** ان کا رب جانتا ہے کہ ان کا مزاج تیز ہے (ملفوظات: حصہ سوم ص ۲۲۹۔نوری کتب خانہ)

اصل الفاظ: **ان اللہ قد عرف لہ حدتہ**

(عمدۃ القاری۔کتاب مناقب الانصار باب المعراج ج ۱۱ ص ۶۰۵)

غلطیاں:

اس حدیث میں احمد رضا نے لفظ ان اللہ کو بالکل حذف کردیا اور اس کی جگہ لفظ ربہ کا اضافہ کردیا۔ اور لفظ لہ کو بھی گیارھویں کا حلوہ سمجھ کر کھا گئے۔

۴۰......حدیث کے الفاظ میں تبدیلی اور کمی:

عرض: حضور یہ صحیح ہے کہ عالم کی زیارت ثواب ہے۔

ارشاد: ھاں صحیح حدیث میں وارد ہوا النظر الی وجه العالم عبادة النظر الی الکعبة عبادة النظر الی المصحف عبادة

عالم کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے کعبہ معظّمہ کو دیکھنا عبادت ہے قرآن عظیم کو دیکھنا عبادت ہے۔ (ملفوظات حصہ سوم ص ۲۹۳ ۔نوری کتب خانہ لاہور)

حدیث کے اصل الفاظ:

من العبادة النظر الی الکعبة والنظر الی المصحف والنظر الی وجه العالم.

(کنز العمال کتاب المواعظ جلد ۱۵ ص ۳۷۱، حدیث ۴۳۴۸۶ ۔ ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان)

غلطیاں:

اس حدیث میں احمد رضا نے لفظ من العبادۃ کو ختم کردیا

اور لفظ عبادۃ کو ہر جملے کے بعد زیادہ کردیا

اور النظر الی وجه العالم جو اصل حدیث میں سب آخر میں تھا اسے سب پہلے ذکر کردیا۔

(۴) النظر الی المصحف کا لفظ جو حدیث کے درمیان میں تھا اسے بالکل آخر میں کردیا۔

اور اسی لفظ النظر الی الکعبة حدیث کے بالکل شروع میں جسے احمد رضا نے درمیان میں ذکر کردیا۔

اور ترجمہ بھی اسی ترتیب پر کیا جس ترتیب پر الفاظ حدیث نقل کیے ہیں۔

۴۱......حدیث نسب میں تبدیلی:

احمد رضا خان اپنے نسب کو دوسرے کی منسوب کرنے کی وعید ان لفظوں میں سناتے ہیں۔تیسری حدیث میں فرمایا:**فعليه لعنة الله متتابعة الى يوم القيامة** اس پر اللہ کی پے در پے قیامت تک لعنت ہے۔ (ملفوظات حصہ سوم ص ۲۹۵۔نوری کتب خانہ لاہور)

اصل حدیث کے الفاظ:

حالاں کہ اس حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

فعليه لعنة الله التابعة الى يوم القيامة (عن جرير عن ابن عباس)

(کنز العمال۔کتاب الدعویٰ، باب دعویٰ النسب والحاق الولد حدیث ۱۵۳۱۹ ج ۶ ص ۷۹)

غلطی کی نشاندھی:

اس جگہ احمد رضا خان نے لفظ ''التابعۃ'' کو ''متتابعۃ'' سے تبدیل کر دیا۔

۴۲......لفظ اللہ کو حذف کر دیا اور......:

حدیث میں ارشاد ہوا کوئی شخص بغیر اللہ کی رحمت کے اپنے اعمال سے جنت میں نہیں جا سکتا صحابہ نے عرض کی **ولا انت یا رسول الله** آپ بھی نہیں یا رسول اللہ، ارشاد فرمایا: **ولا انا الا ان يتعمدني رحمته** اور میں بھی جب تک میرا رب رحمت نہ فرمائے۔

(ملفوظات ص ۲۹۶ حصہ سوم۔نوری کتب خانہ لاہور)

حدیث کے اصل الفاظ:

اس حدیث کا یہ جملہ اصل حدیث میں اس طرح ہے

ولا انا الا ان يتعمدني الله برحمة

(بخاری جلد دوم ص ۹۵۷، کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ، حدیث: ۶۴۶۳)

غلطیوں کی نشاندھی:

اس حدیث میں احمد رضا نے لفظ ''اللہ'' کو حذف کر دیا اور ''برحمۃ'' رحمتہ سے تبدیل کر دیا۔

وہ فرد گلی۔ وہ ننگا ولی؟

مصروف رضا خانی کی جانب سے لکھی جانے والی فحش تحریر کا جواب

از: نصر تونسوی

تعفن اگلنے میں مصروف ہو
عجب غزل گوئی میں معروف ہو
حقیقت سے تم کو سدا بیر ہے
تمہارے قلم سے خفا خیر ہے
تیرا شجرۂ شر مجھے یاد ہے
کہ شہرت کے پیچھے تو برباد ہے
تیرے سر کا جھومر وہ "فرد گلی"
حفیظ الامان ایسا ننگا ولی؟
نمائش حقائق کی کرتا تھا وہ
وضاحت دقائق کی کرتا تھا وہ
حقیقت جو دکھلا رہا تھا وہ خود
اسی سے ہی چہرہ چھپاتا تھا خود
جفا تیری عزم وفا دے گئی
تیری بے حیائی حیاء دے گئی
قلمکار ہے یا قلع کار ہے
ہماری نظر میں وہ بے کار ہے
ہے مفہوم فرمان سرکار دین ﷺ
حیاء چھوڑنے والا مومن نہیں
تو ثابت ہوا جو حیا دار ہے

محمد ﷺ کے ورثے کا حقدار ہے
چھپا غلو سے کب صداقت کا رنگ
مٹا لغو سے کب حقیقت کا رنگ
سمندر سے نسبت سمندر کی جھاگ؟
تیری فحش گوئی ہے اندر کی جھاگ
شریعت بلاتی ہے سب حق طلب
طبیعت نہیں جب تیری حق طلب
بغور ہم بھی تکتے فضیحت تیری
بحال ہم بھی کرتے طبیعت تیری
تیرے کان میں بھی ہمارا جواب
بنا لکھے جب گونجتا ہے جناب
تو کیوں وقت ضائع کروں اس طرح
تو شیخی تیرے سردھروں اس طرح
تیرے سر کو گمراہی کا تاج دوں
کہ یوں عقل کی میں زکوٰۃ دوں

تبصرہ بر کتب

نوٹ: تبصرے کیلئے کم سے کم دو کتب کا بھیجنا ضروری ہے۔ ادارہ کا کتاب کی تمام مندرجہ جات سے متفق ہونا ضروری نہیں

نام کتاب: حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیت

تالیف: محقق اہل سنت مولانا مہر محمد صاحب مدظلہ العالی

صفحات: ۲۰۸

ہدیہ عام: ۲۰۰ روپے

رعایتی ہدیہ: ۱۰۰ روپے

حضرت مولانا مہر محمد صاحب مدظلہ العالی اہل سنت کا عظیم سرمایہ ہیں۔ روافض کے ساتھ اختلافی مسائل کی گتھی سلجھانا تو بس آپ ہی کا کام ہے۔ اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں قرآن وحدیث شریعت کے اصول سے بات سمجھانے کا ملکہ بھی حاصل ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ مخالف کو اس کی زبان میں سمجھانے کی لیاقت بھی کمال درجہ کی ہے۔ پھر حضرت کی کتب پر تقریظات دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اکابر علماء کا سایہ اور ان کی دعائیں حضرت کی راہنمائی کر رہی ہیں۔ امام اہل السنّت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ گویا ابطال باطل کی قوت آپ کو اپنے اساتذہ سے ورثہ میں ملی ہے۔ پیرانہ سالی، کمزوری، بیماریوں میں گھرے ہوئے ہونے کے باوجود آپ کے قلم میں روانی اور قوت برقرار ہے۔

مذکورہ کتاب (حرمت ماتم۔۔۔) میں حضرت نے قرآن وحدیث اور مخالفین کے معتبر علماء سے ثابت کیا ہے کہ موجودہ دور میں اہل بیت سے محبت کے دعویدار روافض بالکل برعکس راہ پر چل رہے ہیں۔ اہل بیت کی تعلیمات ماتم، تعزیہ، جلوس، کالا لباس نہیں بلکہ صبر وتقوی اور اتباع شریعت ہے۔

نام کتاب: خوشبوئے نبوت واہل بیت (علی رسولنا وعلیہم السلام)

صفحات: ۵۱۲

عام ہدیہ: ۴۵۰

رعایتی ہدیہ: ۲۲۵

یہ کتاب بھی حضرت مولانا مہر محمد صاحب مدظلہ کی تالیف ہے۔اس کتاب میں فداہ ابی وامی جناب رسول اکرم ﷺ کی مختصر سیرت اور اہل بیت رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو اختصاراً نقل کیا ہے۔اور یہ ثابت کیا ہے کہ اہل بیت میں سب سے پہلے ازواج مطہرات ہیں۔اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں آپس میں محبت تھی۔حضرات حسنین رضوان اللہ علیہما کو کبار صحابہؓ سے عقیدت کی حد تک الفت و محبت تھی۔اور آخر میں خارجیوں اور ناصبیوں کے ۱۰ سوالوں کے جوابات بھی مذکور ہیں۔یہ کتاب بھی اہل ذوق کے واسطے روح افزاء ہے۔

نام کتاب: تلخیص نہج البلاغہ

صفحات: ۴۹۶

ہدیہ عام: ۴۵۰

ہدیہ رعایتی: ۲۲۵

نہج البلاغہ نامی کتاب جو کہ روافض میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات، ارشادات، اور مکتوبات کے مجموعہ کے طور پر مشہور ہے۔حضرت مولانا مہر محمد صاحب نے اس کتاب کی تلخیص کر کے اور چیدہ چیدہ خطبات وغیرھا نقل کر کے عقیدہ توحید، ختم نبوت، خدا کے عدل وانصاف کا بیان، امامت کے متعلق صحیح عقیدہ، حضرت علیؓ، حضرت امیر معاویہؓ سمیت دیگر صحابہؓ سے محبت و تعلق کو ثابت کیا ہے۔جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ روافض کا موجودہ مذہب دھاندلی کے ذریعے تحریف کر دیا گیا ہے۔موجودہ مذہب میں عقیدہ توحید کے بجائے شرک اور ختم نبوت کی جگہ عقیدہ امامت، محبت صحابہؓ کے بجائے تبراء آچکا ہے جبکہ حضرت علیؓ کی تعلیمات بالکل ان کے برعکس ہیں۔

ان تینوں کتابوں کے مصنف محقق اہل سنت حضرت مولانا مہر محمد صاحب مدظلہ العالی ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی عمر میں برکت دے اور ان کا سایہ ہم پر تادیر قائم رکھے۔آمین۔

<u>حضرت کی جملہ تصانیف ملنے کا پتہ:</u>

مکتبہ اسلامیہ حنفیہ بمقام بَن حافظ جی ضلع میانوالی۔0321-5470972

خلیفۂ اول حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

عبداللہ متعلم درجہ ثانیہ

عن محمد ابن الحنفیه قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی قال ابو بکرؓ (مشکوۃ ص ۵۵۵)

محمد بن حنفیہؒ فرماتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت علیؓ) سے پوچھا کہ رسول اللہ کے بعد کون سب سے افضل ہے انہوں نے فرمایا ابو بکرؓ۔

حضرت ابو بکرؓ کا اسم گرامی عبداللہ بن عثمان ابو بکر آپ کی کنیت تھی اور صدیق وعتیق لقب۔ آپؓ ۵۷۳ء میں پیدا ہوئے قریش کی ذیلی شاخ بنوتمیم سے آپ کا تعلق تھا۔ چھٹی پشت میں آپ کا سلسلہ نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے۔

مردوں میں سب سے پہلے قبول اسلام کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ قبولیت اسلام کے بعد آخری دم تک رسول اللہ ﷺ کے دست وبازو رہے۔ اپنی جان ومال ہر دو کو راہ خدا میں خدمت دین کے لیے وقف کردیا۔ ہجرت کے کٹھن سفر میں آپ کے ہم رکاب رہے۔

خلافت وجانشینی:

آپ ﷺ کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اوس اور خزرج میں خلیفہ مقرر کرنے کے بارے میں اگرچہ کچھ اختلاف ہوا لیکن پھر باہم اتفاق سے آپ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا گیا۔ آپ کی خلافت بلافصل پر پوری امت کا اجماع ہے۔

جیش اسامہ کی روانگی:

آپ ہی نے اپنے دور خلافت میں مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کی سرکوبی کے واسطے جیش اسامہ روانہ کیا اور ہمیشہ کیلئے اس فتنے کا قلع قمع کردیا۔ اس کے بعد طلیحہ اسدی، اسود عنسی جیسے دیگر فتنوں کی سرکوبی بھی آپ کے روشن کارناموں میں سے ایک تابناک کارنامہ ہے۔

وفات:

۱۳ ہجری آپ کی خلافت کا دوسرا سال تھا اسی میں آپ کی طبیعت ناساز ہوگئی، اسلام

کی حفاظت کے پیش نظر اپنا جانشین مقرر کرنا ضروری سمجھا، اکابر صحابہ کے ساتھ مشورے میں حضرت عمرؓ کا نام پیش کر دیا کچھ حضرات نے ان کی سخت مزاجی کا ذکر کیا تو فرمانے لگے بوجھ خلافت تلے ان کی سخت مزاجی ختم ہو جائے گی، اس پر اتفاق ہوا تو حضرت عثمانؓ کو بلا کر کچھ لکھوانا چاہتے تھے مگر نڈھال ہو گئے کچھ لکھا نہ سکے جب طبیعت سنبھلی تو پھر حضرت عمرؓ کا نام لیا، پھر حضرت عائشہؓ کو بلایا اور فرمانے لگے کہ بیت المال سے جو کچھ مسلمانوں نے میرے لیے وقف کیا تھا وہ سب کچھ فوراً حضرت عمرؓ کے حوالہ کیا جائے وہ سب کچھ ایک اونٹنی ایک پیالہ اور ایک غلام تھا، پھر فرمایا: اس وقت میرے جسم پر جو کپڑے ہیں اس کے علاوہ دو کپڑے اور لے کر دھو لینا اور ان میں مجھے کفن دے دینا، حضرت عائشہ فرمانے لگیں یہ تو پرانے ہیں میں نئے خریدوں گی، فرمانے لگے نہیں نئے کپڑوں کے حقدار تو زندہ لوگ ہیں، تمہارے والد کے لیے یہی پرانی چادریں کافی ہیں۔ اور اسی علالت میں ہی ۲۱ یا ۲۲ جمادی الثانیہ بروز پیر مطابق اگست ۶۳۴ کو ۶۳ سال کی عمر میں آپ نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

وصیت کے مطابق انہی چادروں کو دھو کر آپ کو کفن دیا گیا، جس تختہ پر رسول اللہ ﷺ کے مبارک جسد کو رکھا گیا اسی پر آپ کو لٹایا گیا، پھر حضرت عمرؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی، اور حضرت عمرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ نے قبر میں اتارا اور آپ ﷺ کے پہلو مبارک میں اس کیفیت سے ہمیشہ کے لیے آرام فرما ہو گئے کہ آپ کا سر حضور ﷺ کے بغل مبارک میں ہے۔

یار غار نے یار مزار بن کر جنت وکوثر میں یاری پکی کر دکھائی۔

23 جون سے 6 جولائی

تربیتی کورس رد شرک و بدعت

مسئلہ توحید، حاضر ناظر، [illegible] رد شرک و بدعت

مناظر اہلسنت
حضرت مولانا **رمضان نعمانی** صاحب

شیر اہل السنۃ محقق العصر
حضرت مولانا **ابو ایوب قادری** صاحب
رکن مجلس شوریٰ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ

استاذ محترم مناظر اسلام
حضرت مولانا **منیر اختر** صاحب

محقق اہلسنت مناظر اسلام
حضرت مولانا **مفتی نجیب اللہ عمر** صاحب
نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

الداعی الی الخیر: دارالمبلغین جامعہ عثمانیہ احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور 0300-8178705

تین روزہ عقیدہ توحید وسنت کورس

زیر سرپرستی
ولی کامل پیر طریقت
حضرت مولانا **کمال الدین آزاد** صاحب
مہتمم جامعہ مدنیہ عربیہ ہجیرہ

زیر نگرانی
حضرت مولانا **غلام مصطفیٰ شاکر** صاحب
نائب مہتمم جامعہ ھذا

20,19,18
جون
2013

محقق اہلسنت مناظر اسلام
حضرت مولانا **مفتی نجیب اللہ عمر** صاحب
نائب ناظم اعلیٰ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

شیر اہل السنۃ محقق العصر
حضرت مولانا **ابو ایوب قادری** صاحب
رکن مجلس شوریٰ جمعیت اہل السنۃ والجماعۃ

محترم مناظر اسلام
حضرت مولانا **ساجد خان نقشبندی** صاحب

بمقام: جامعہ مدنیہ عربیہ ہجیرہ ضلع راولاکوٹ آزاد کشمیر

رابطہ: فاضل نوجوان حضرت مولانا کامران نسیم صاحب 0346-4095466